بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

رجسٹرڈ ای۔ پی نمبر ۸۶۱

بدر

ہفت روزہ

قادیان

شرح چندہ سالانہ چھ روپے

فی پرچہ ۲/۱ ۰ اڑھائی آنہ

ایڈیٹر۔ برکات احمد راجیکی

اسسٹنٹ ایڈیٹر:۔ محمد حفیظ بقاپوری

ترسیل زر اور دیگر انتظامی امور کے لئے مینیجر کو لکھیں

تواریخ اشاعت:۔ ۷۔ ۱۴۔ ۲۱۔ ۲۸

نمبر ۷	۲۱ ماہ تبلیغ ۱۳۳۲ ہش ۵ جمادی الثانی ۱۳۷۲ ھ۔ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۵۳ ء	جلد ۲

رحمت کا نشان پیشگوئی مصلح موعود

موجودہ زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کو خداتعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے قائم رہنے والا ایک عظیم الشان نشان رحمت عطا فرمایا۔ جسے آپ نے آج سے ۶۷ سال پیشتر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں بطور پیشگوئی شائع فرمایا۔ خداتعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کا وجود باجود اس پیشگوئی کا پورا پورا مصداق ہے۔ آپکے ذریعہ سے موجودہ زمانہ میں حق و صداقت کی تبلیغ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچا۔ آپ کے ذریعہ سے اسیروں کی رستگاری ہوئی۔ آپ کے مسیحی نفس سے لاکھوں انسانوں کی روحانی بیماریاں شفا پذیر ہوئیں۔ غرضیکہ وہ تمام پیشگوئیاں جن کا بیان ۲۰ فروری کے اشتہار میں ہے آپکے وجود باجود میں پوری ہوئیں۔ خداتعالیٰ اس مقدس مصلح موعود کی عمر میں زیادہ سے زیادہ برکت دے۔ اور آپ کو مقاصد عالیہ میں کامیاب و کامران فرمائے۔

مذکورہ بالا اشتہار میں جس پیشگوئی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے الہامی الفاظ درج ذیل ہیں ——— (ایڈیٹر)

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا سو میں نے تیری تضرعات کو سنا۔ اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح و ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل سے ہوگا۔ اس کے ساتھ فضل ہے۔ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مظہر الحق والعلاء کَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائیگا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

بھائی عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ

کی صحت کے متعلق ربوہ سے تازہ اطلاع یہ ہے کہ:-

۱۲/۲ کو میاں بشیر احمد صاحب کی تار موصول ہوئی کہ حضرت اقدس کی طبیعت پہلے سے بہتر ہے لیکن کسی قدر کھانسی اور پاؤں میں تکلیف باقی ہے۔
احباب اپنے مقدس آقا و امام ہمام ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت، درازیٔ عمر اور مقاصد عالیہ میں فائز المرام ہونے کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

شری گوپال سوامی آئنگر کی افسوسناک وفات

(پر)

جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے اظہار تعزیت

شری گوپال سوامی آئنگر وزیر ڈیفنس کی افسوسناک وفات پر جناب ناظر صاحب امور عامہ سلسلہ احمدیہ قادیان نے جناب پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہندوستان کی خدمت میں جو تعزیتی تار جماعت کی طرف سے بھجوایا تھا۔ اس کے جواب میں وزارت خارجہ کی طرف سے جو تار موصول ہوا اس کا اردو ترجمہ ذیل میں تحریر ہے:-

"II 2964 حضرت ناظر صاحب امور عامہ جماعت احمدیہ قادیان حکومت ہندوستان شری آئنگر کی وفات پر آپ کی طرف سے تعزیت کا پیغام بھجوانے کے لئے مشکور ہے۔ یہ پیغام مسٹر آئنگر کے خاندان کو ارسال کر دیا گیا ہے"

پیشگوئی مصلح موعود اور اس کا حقیقی مصداق

(از اسسٹنٹ ایڈیٹر)

جس عظیم الشان پیشگوئی کا ذکر اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں کیا گیا۔ اور اس کے اصل الفاظ اس پرچہ کے صفحہ اول پر ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی پیشگوئی نہیں بلکہ رہتی دنیا تک ایک زندہ نشان ہے۔ نفس پیشگوئی اس امر کو بالوضاحت ظاہر کر رہی ہے کہ اس کا مصداق موجودہ زمانہ کے مامور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا اپنا ہی فرزند ہوگا۔ بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متعدد تحریرات سے یہ امر بپایۂ ثبوت پہنچتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے آپ کو یہ بھی بشارت دی گئی تھی۔ چنانچہ ۱۸۹۹ء میں جب آپ نے اپنی ایک کتاب تریاق القلوب شائع فرمائی تو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے شادی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

"سو چونکہ خدا تعالےٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخمریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلا دے" (تریاق القلوب ص ۶۵)

اسی کتاب کے صفحہ ۴۳ پر حضور فرماتے ہیں:-

"میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے۔ ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی۔ اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ محمود۔ تب میں نے اس پیشگوئی کے شائع کرنے کے لئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا جس کی تاریخ اشاعت یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے"
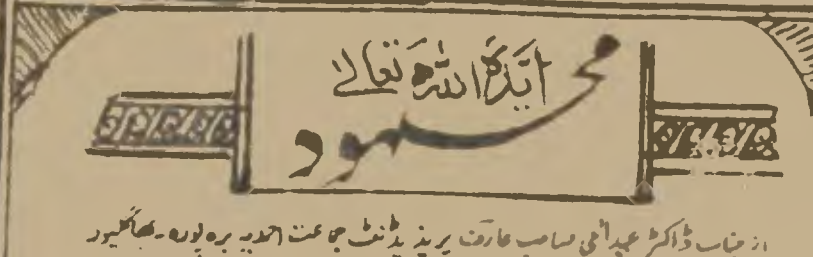
خدا تعالےٰ کی اس پیشگوئی کے مطابق ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وہ فرزند دلبند عطا ہوا۔ جس کا ذکر حضور نے مندرجہ بالا عبارت میں فرمایا ہے اس رؤیا میں جو مسجد کی دیوار پر "محمود" لفظ لکھا ہوا دکھایا گیا۔ یہ دراصل اس طرف اشارہ تھا کہ خدا تعالےٰ اس فرزند کو جماعت کا امام بنائے گا۔ چنانچہ علم تعبیر الرؤیا میں مسجد سے مراد جماعت ہی لی جاتی ہے۔

خدا تعالےٰ کی یہ عجیب قدرت ہے کہ اس نے اول حضرت مسیح پاک علیہ السلام کو پیش از وقت ایک فرزند کی خبر دی اور پھر اس کو پورا کیا یعنی پیشگوئی کے مطابق وہ بیٹا بھی عطا کیا لیکن ایک مدت بعد جب وہی فرزند بڑا ہوا۔ تو اس خدا نے ایسے حالات پیدا کئے کہ وہی بیٹا جماعت کا منتخب امام بنا۔ اور اس کی ذات میں وہ تمام خوبیاں پیدا کر دیں جن کا ذکر پیشگوئی مصلح موعود میں کیا گیا تھا۔ یہ امر کسی انسان کی طاقت میں نہیں کہ ایسی تفصیلی پیش خبریاں دے اور پھر پوری بھی ہوتی جاویں۔

اگرچہ وہ تمام علامات اور اوصاف سیدنا حضرت امیر المومنین امام جماعت احمدیہ میں پورے طور پر پائی جاتی تھیں لیکن حضور نے واضح طور پر اس عظیم الشان پیشگوئی کا اپنے تئیں مصداق قرار نہ دیا۔ حتی کہ ۵، ۶ جنوری ۱۹۴۴ء کی درمیانی شب اللہ تعالےٰ نے بذریعہ رؤیا اس بات کو منکشف کر دیا۔ چنانچہ آپ نے اس بات کا غیر مبہم الفاظ میں ۲۸ر جنوری ۱۹۴۴ء کے خطبہ جمعہ میں بمقام ربوہ (؟) بدیں الفاظ اعلان کر دیا۔

"خدا تعالےٰ نے اپنی مشیت کے ماتحت آخر اس امر کو ظاہر کر دیا۔ اور مجھے اپنی طرف سے علم بھی دے دیا۔ کہ مصلح موعود سے تعلق رکھنے والی پیشگوئیاں میرے متعلق ہیں"۔۔

. . . . .

"آج پہلی دفعہ میں نے وہ تمام پیشگوئیاں پڑھیں اور اب ان پیشگوئیوں کو پڑھنے کے بعد میں خدا تعالےٰ کے فضل سے یقین اور وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے یہ پیشگوئی میرے ذریعہ ہی پوری کی ہے"۔

"بہرحال میرے لئے خدا تعالےٰ نے حقیقت کو کھول دیا ہے اور اب بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کہہ سکتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی"۔

(الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء)

چونکہ یہ پیشگوئی حضور کی اپنی ولادت سے قبل ہی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اعلانات و اشتہارات کے ذریعہ مسلمانوں عیسائیوں اور ہندوؤں میں خاص شہرت پا چکی تھی۔ اور اس کا تعلق تمام دنیا کے ساتھ تھا۔ اس لئے حضرت امیر المومنین المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ نے مناسب خیال فرمایا کہ وہ بھی خدا تعالےٰ کے اس نشان کو بذریعہ (باقی ملاحظہ ہو کالم ۲ صفحہ ۴)

محمود ایدہ اللہ تعالےٰ

از جناب ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارف پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ برہ پورہ۔ بھاگلپور

عصرِ حاضر کا ہادی رہبر محمود ہے
دی خبر جس کی تھی حق نے وہ پسر محمود ہے

سایۂ رحمت یہ بنکر چھا رہا ہے ہر طرف
زینتِ بستانِ ربوا کا شجر محمود ہے

حملۂ ادیانِ باطل سے ہے ملت امن میں
دینِ حق کے لئے سینہ سپر محمود ہے

ہو رہی ضو پاشیاں اسلام کی ہر سمت میں
مشرقِ ملت سے عیاں مثلِ قمر محمود ہے

کورِ باطن ہے ضیائے حق سے اب تک دور تر
اہلِ دیدہ کے لئے نورِ بصر محمود ہے

دیکھ لو اشغال اس کے اور مآلِ سعی کار
وقت کا اپنے بفضلِ حق عمر محمود ہے

ہر تشنہ گانِ وحدت کوثر و تسنیم ہے
ساقیٔ صہبائے عرفاں سر بسر محمود ہے

آج قائل ہو گئے اس کی خردمندی کے سب
کل جو کہتے تھے کہ طفلِ بے ہنر محمود ہے

حق نے ظاہر کر دیا رؤیائے صادق سے اُسے
مصلحِ موعود جس کی تھی خبر محمود ہے

جس کی قیمت دے نہ سکتا ہفت اقلیم جہاں
چشمِ عارف میں وہی یکتا گہر محمود ہے

خطبہ جمعہ

وقت کی اہمیت اور حالات کی نزاکت کو سمجھو اور سستیوں کو چھوڑ کر اپنی ذمہ واریوں کو محسوس کرو

مصائب کے یہ ایام صبر اور استقامت کے ساتھ خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے گذارو

مگر

ساتھ ہی اپنی ان طاقتوں کو بھی صحیح طور پر استعمال کرو جو خدا تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں

از سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۶ جنوری ۱۹۵۳ء بمقام ربوہ

خطبہ نویس:- مکرم سلطان احمد صاحب پیر کوٹی

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے پچھلے جمعہ بھی جماعت کو اس طرف توجہ دلائی تھی۔ اور آج پھر اس طرف

توجہ دلاتا ہوں

کہ کام کام کرنے سے بنا کرتے ہیں۔ باتیں بنانے سے نہیں بنا کرتے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اچھی سکیمیں نہ ہوں تو کام خراب ہو جایا کرتا ہے لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ کہ اچھا کام نہ ہو تو اچھی سکیمیں بھی فیل ہو جایا کرتی ہیں۔ ہماری جماعت سکیموں پر زیادہ زور دیتی ہے۔ اسی لئے یہ کہ ان کا کام نہیں ہوتا سکیم بنانا خلیفہ یا اس کے قائمقاموں کا کام ہوتا ہے۔ پس اچھی سکیموں پر جماعت کے عہدہ دار اس لئے زور دیتے ہیں۔ کہ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہمیں کچھ کرنا نہیں پڑے گا۔ وہ عمل پر زور نہیں دیتے۔ اس لئے کہ اس طرح انہیں کچھ کام کرنا پڑتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ جماعت کے سارے افراد نہ تو سست ہوتے ہیں۔ نہ سارے کے سارے بے توجہ ہوتے ہیں۔ اور نہ سارے کے سارے بے وقوف اور سادہ لوح ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر

اچھی سکیمیں

پیش ہوتی رہیں۔ تو وہ کچھ نہ کچھ اچھا نتیجہ پیش کریں گی۔ لیکن یہ نتیجہ اتنا خوش آئند پسندیدہ اور اچھا نہیں ہوتا۔ یقیناً کوشش کرنے اور کام کرنے کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن یہاں تو یہ حال ہے کہ خلیفہ اور جماعت کے درمیان انجمن کی ایک دیوار کھڑی ہے۔ کام لینے والی انجمنیں ہیں۔ سکیم خلیفہ بناتا ہے۔ اور کام کرنے والی جماعتیں ہیں۔ انجمنوں نے خلیفہ وقت کی سکیموں کو جماعت کے سامنے کبھی ایسی تفصیلات کے ساتھ پیش نہیں کیا۔ کہ وہ کوئی مفید کام کر سکیں۔ نہ ناظروں نے صحیح طور پر کبھی کام کیا ہے۔ جب تک سکیمیں جماعت کے سامنے اس صورت میں پیش نہ کی جائیں۔ کہ وہ کوئی مفید نتیجہ پیدا کر سکیں۔ اس وقت تک لازمی طور پر جماعت کی صحیح راہ نمائی نہیں ہو سکتی

کاغذی سکیم اور عملی سکیم میں فرق

ہوتا ہے۔ عملی سکیم میں اسے ہر علاقہ کے لوگوں اور ان کے حالات کو دیکھ کر ان کے مطابق بنایا جاتا ہے جب تک افراد کو منظم نہ کیا جائے۔ جب تک ان کے حالات کے مطابق سکیم کی شکل نہ بدل جائے جب تک ایسے کارکن مقرر نہ کئے جائیں۔ جو اس سکیم پر افراد سے عمل کرائیں۔ اس وقت کوئی کام صحیح طور پر نہیں ہو سکتا۔ پاکستان اور ہندوستان کے علاوہ دوسرے بیرونی ممالک کے لئے صدر انجمن احمدیہ پاکستان ذمہ وار ہے۔ کہ وہ جماعتوں سے صحیح رنگ میں کام لے۔ اور ہندوستان کے لئے صدر انجمن احمدیہ ہندوستان مقرر ہے۔ میں نے پچھلی دفعہ بھی جماعت کو اس طرف توجہ دلائی تھی۔ کہ جب تک عملی طور پر ہم کوئی کوشش نہیں کریں گے ہم کوئی کام نہیں کر سکتے۔ میں نے کہا تھا کہ

ہمارے نئے سال میں سے

بارہ دن گزر گئے ہیں۔ اور اب ۱۹ دن گذر گئے ہیں۔ گویا سال کے ۵۲ ہفتوں میں سے ۲ ہفتے گزر گئے ہیں۔ اور یہ قریباً سال کا ۱/۲۶ حصہ ہے اور اب ہم اپنے وقت کا ۱/۲۶ حصہ ضائع کر چکے ہیں ہمارے اب ۱۹ حصے باقی رہ گئے ہیں۔ لیکن ابھی بہت سے ایسے لوگ ہوں گے۔ جو جلسہ سالانہ کے چٹخارے لے رہے ہوں گے۔ جو ابھی یہ سوچ رہے ہوں گے کہ کس شان سے ہمارا جلسہ سالانہ گزرا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ ہماری اس سال کی زندگی کے ۲۶ حصوں میں سے ایک حصہ گزر چکا ہے اور اب گویا ۱/۲۵ فیصدی مزید زور لگا کر ہم اپنے کام میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ۲۶ ایک سو کا ۱/۴ فیصدی ہوتا ہے۔ اور ہمارے نئے سال کی زندگی کے ۲۶ حصوں میں سے صرف ۲۵ حصے باقی رہ گئے ہیں۔ یعنی ہمیں اس سال جتنی کوشش کرنی چاہئے تھی اب اس سے

۴ فیصدی زیادہ کوشش

کرنی پڑے گی۔ ورنہ پہلی کوشش سے ہم کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ کیونکہ ہم نے ایک سال کی زندگی میں سے ۱/۲۶ حصہ ضائع کر دیا ہے۔ لیکن ابھی تک ہمارے اداروں میں سے کسی ادارے نے نہ ابھی تک کوئی سکیم تیار کی ہے۔ اور نہ میری ہدایت کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ ہم ۵ سال سے وطن سے بے وطن ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم نے گذشتہ ۵ سال میں دوسری قوموں سے زیادہ کام کیا ہے ہم نے قادیان سے نکل کر اس نئے شہر کی تعمیر کی ہے اور اب شہر کی کچھ شکل بن گئی ہے۔ پہلے یہ حال تھا کہ اس جگہ پر لوگ اکیلے چلتے ہوئے بھی ڈرتے تھے۔ لیکن اب یہاں ہزاروں کی آبادی ہے۔ اور یہ بستی ایک شہر کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ لیکن ابھی بہت کام باقی ہے

ہمارے بہت سے ادارے

ابھی بننے ہیں۔ تعلیم الاسلام کالج ابھی بننا ہے کالج کا ہوسٹل ابھی بننا ہے۔ زنانہ ہائی سکول ابھی بننا ہے۔ زنانہ کالج کا بقیہ حصہ اور اس کا ہوسٹل ابھی بننا ہے۔ جامعہ احمدیہ اور مدرسہ احمدیہ ابھی بننا ہے۔ ہسپتال ابھی بننا ہے۔ ابھی بہت سے کوارٹر بننے ہیں۔ پھر جماعت کے دوستوں نے جنہوں نے یہاں زمین خریدی تھی۔ ابھی اپنے مکان بنانے ہیں۔ اور ملک کی اقتصادی حالت روز بروز گر رہی ہے ہیں برابر ۴ سال سے صدر انجمن احمدیہ کو کہہ رہا تھا کہ وہ اس وقت کے چندوں پر بجٹ کی بنیاد نہ رکھے لیکن باوجود دیرینہ اس ہدایت کے انہوں نے اس چیز کا لحاظ نہیں رکھا۔ اب

سلسلہ کی مالی حالت

نہایت خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے۔ اگر میں اس کی تفصیل بیان کروں تو تم میں سے کئی لوگ گھبرا جائیں۔ لیکن صدر انجمن احمدیہ کو اس کا کوئی احساس نہیں۔ شاید یہ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ اگر حفاظت کے دروازے بند ہو گئے۔ تو ہم کرسیوں کی خاک جھاڑ کر الگ ہو جائیں گے۔ بہرحال ایک کٹھن منزل ہمارے سامنے ہے۔ اور اتنی مشکلات ہمیں درپیش ہیں کہ ایک سمجھدار انسان جسے خدا تعالیٰ پر توکل نہ ہو۔ لیکن بے وقوف نہ ہو۔ اس کا دل ان مشکلات کو دیکھ کر ساکن ہو جائے اور وہ مر جائے۔ مگر ہمیں دوسری قوموں پر یہ فضیلت حاصل ہے۔ کہ ہمارا ایک

زندہ خدا

کے ساتھ تعلق ہے۔ ہماری حالت ایک بچے کی سی تو ہے۔ اس بچے کی سی جو تیرنا نہیں جانتا اور وہ تالاب میں گر گیا ہے۔ اور بظاہر اس کے ڈوبنے کے سامان ہو چکے ہیں۔ لیکن ہماری حالت اس بچے کی سی ہے۔ جس کا باپ تالاب کے کنارے پر کھڑا ہے۔ اور وہ دنیا کا بہترین تیراک ہے۔ پس ہمارے بچہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ہمارے تالاب میں گر جانے میں کوئی شبہ نہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس تالاب کا پانی ایسا ہے کہ اس میں ایک بچہ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ وہ تالاب زیادہ گہرا ہے۔ لیکن ہمیں دوسری قوموں پر یہ فضیلت حاصل ہے۔ کہ ہمارا ایک زندہ

خدا کے ساتھ تعلق

ہے۔ ہم اگرچہ تالاب میں گر گئے ہیں۔ اور بظاہر ہمارے ڈوبنے کے سامان پیدا ہو چکے ہیں۔ ہم چھوٹے بچے ہیں۔ تیرنا نہیں جانتے۔ لیکن ہمارا خدا اس تالاب کے کنارہ پر کھڑا ہے۔ اور وہ ہمیں یقیناً بچائے گا

مگر جماعت کو

یہ یاد رکھنا چاہیئے

جہاں ہمیں ضعف میں ایک بچہ سے مشابہت ہے۔ وہاں دماغ کے لحاظ سے ہمیں ایک نوجوان سے مشابہت ہے۔ اس لئے ہمارے متعلق یہ خیال نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ہم میں سمجھ نہیں ہے۔ ہم میں سمجھ ہے اس لئے ہمارا فرض ہے۔ کہ جہاں ہم خدا تعالےٰ پر توکل کریں۔ اور کسی اور پہ توکل نہ کریں۔ وہاں ہم ان طاقتوں کو بھی استعمال کریں۔ جو خدا تعالےٰ نے ہمیں دی ہیں خدا تعالےٰ ہمارا کام بہر صورت کر دے گا۔ لیکن سب سے بڑی چیز جس کا حاصل کرنا ہمارے لئے ضروری ہے یعنی خدا تعالےٰ کی رضا۔ وہ ہمیں حاصل نہیں ہو سکے گی۔ خدا تعالےٰ ہم سے اس بات پر خفا ہو گا۔ کہ ہم نے وہ طاقتیں صحیح طور پر استعمال نہیں کیں۔ جو اس نے ہمیں عطا کی تھیں۔ جیسے ایک باپ جو کوئی ضروری کام کر رہا ہوتا ہے۔ اور اس کا بچہ اس سے دور ہوتا ہے۔ وہ ایک کام کر سکتا ہے۔ لیکن وہ کام خود نہ کرے اور اپنے باپ کو آواز دے۔ کہ آؤ اور میرا کام کر دو۔ تو باپ کہے گا۔ تم میں طاقت تھی۔ اور تم خود اس کام کو کر سکتے تھے۔ لیکن تم نے یہ کام نہیں کیا۔ اور مجھے یہاں بلا کر میرا وقت ضائع کیا ہے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ کے متعلق ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ اس کا وقت ضائع ہوتا ہے لیکن وہ اس کو اپنی ہتک تو سمجھتا ہے کہ ہم اس سے وہ کام لیتے ہیں۔ جو ہمیں نہیں لینا چاہیئے۔ پس تم

وقت کی اہمیت کو سمجھو

اور اس کی قیمت کو سمجھو۔ تم حالات کی نزاکت کو سمجھو۔ تم اپنے ماحول کی خطرناک حالت کو سمجھو۔ اور سستیوں کو چھوڑ کر اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرو۔ صدر انجمن احمدیہ اور جماعت کے افراد دونوں کو مصائب کے یہ ایام صبر اور استقامت کے ساتھ خدا تعالےٰ پر توکل کرتے ہوئے گزارنے کی کوشش کرنی چاہیئے تا کہ اس کے فضل جو کہ آنے کا وعدہ ہے۔ وہ ہماری اتنی کوشش ہی سے نازل ہو جائیں جتنی کوشش کرنے کی خدا تعالےٰ نے ہمیں توفیق دی ہے۔ خدا تعالےٰ ہمارا آقا ہے۔ نوکر نہیں اس لئے وہ آقا کی صورت میں ہماری مدد کرنے کے لئے تیار ہے۔ نوکر کی صورت میں مدد کرنے کو تیار نہیں اس لئے ضروری ہے۔ کہ جہاں ہم

اس پر توکل کریں

وہاں ہم ان طاقتوں کو صحیح طور پر استعمال کریں۔ جو خدا تعالےٰ نے ہمیں عطا کی ہیں۔ بے شک خدا تعالےٰ نے کہا ہے کہ وہ اس جماعت کو بڑھائے گا۔ اور اسے ترقی دے گا۔ اس لئے اگر تم اپنے فرض کو ادا نہیں کرو گے اور خدا تعالےٰ سے نوکروں کی سی خدمت لو گے۔ تو وہ نوکروں جیسی خدمت کرے گا۔ اس جماعت کو بڑھائے گا۔ اور ترقی دے گا۔ لیکن اس صورت میں تم یہ امید نہیں کر سکتے۔ کہ وہ تم پر راضی ہو جائے۔ اگر تم نے ان طاقتوں کو استعمال نہ کیا۔ جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں۔ اور تم نے انہیں ردی کے ٹوکری میں پھینک دیا۔ تو تم اس ناشکری کے ساتھ خدا تعالےٰ سے یہ امید نہیں کر سکتے۔ کہ وہ تم پر راضی ہو جائے۔ پس تم اپنے اندر تغیر پیدا کرو۔ اور حالات کو زیادہ خراب ہونے سے بچاؤ۔

خطبہ ثانیہ کے بعد فرمایا۔

میں جمعہ کی نماز کے بعد بعض جنازے پڑھاؤں گا یعنی مندرجہ ذیل احباب کے۔

۱۔ سید عبد الرؤف صاحب جو سید عبد الغفور صاحب سیالکوٹی کے بھائی تھے۔ فوت ہو گئے ہیں۔ جنازہ میں بہت کم لوگ شامل ہوئے۔ میں یہ سمجھ نہیں سکا۔ کہ سیالکوٹ کے لوگ باوجود اس کے کہ وہاں ایک بڑی جماعت ہے۔ جنازہ میں کیوں شامل نہیں ہوئے۔

۲۔ شیخ نور الحق صاحب کی نانی صاحبہ فوت ہو گئی ہیں۔ مرحومہ شیخ نور احمد صاحب کی جو ہمارے مختار عام تھے ہمشیرہ تھیں۔ وہ ربوہ سے باہر رہتی تھیں لیکن بیماری کی حالت میں یہیں آ گئیں۔ اور چند دن ہوئے اس جگہ فوت ہو گئیں۔

۳۔ جنت بی بی صاحبہ جو ہمارے مبلغ چودھری نذیر احمد صاحب رائے ونڈی مبلغ سیرالیون کی خالہ زاد ہمشیرہ تھیں۔ رائے ونڈ کے مقام پر فوت ہو گئی ہیں۔ جنازہ میں بہت کم لوگ شریک ہوئے۔

۴۔ سردار بی بی صاحبہ اہلیہ حاجی خدا بخش صاحب میانوالی سیالکوٹ ۲۵ ردسمبر ۵۲ء کو فوت ہو گئی ہیں۔ جماعت کے اکثر دوست جلسہ سالانہ پر ربوہ آ گئے تھے۔ اس لئے بہت کم لوگ جنازہ میں شامل ہوئے۔

۵۔ امام دین صاحب جو ہونگ ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔ فوت ہو گئے ہیں۔ جنازہ میں بہت کم لوگ شریک ہوئے۔

۶۔ جنت بی بی صاحبہ والدہ شیخ رحمت اللہ صاحب پٹواری جو صحابیہ اور موصیہ تھیں راولپنڈی میں فوت ہو گئی ہیں۔ مرحومہ بنگہ ضلع جالندھر کی رہنے والی تھیں۔ جنازہ میں بہت کم لوگ شریک ہوئے۔

۷۔ محمد یوسف صاحب کوٹلی بادا فقیر چند ضلع سیالکوٹ فوت ہو گئے ہیں۔ احمدی قریب نہیں تھے۔ اس لئے جنازہ غیر احمدیوں نے پڑھا۔

یہ سات افراد ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد میں ان سب کا جنازہ پڑھاؤں گا۔

احمدیت کے اصول کی فتح

احمدیہ جماعت نے اپنی ابتداء سے ہی اس بات پر زور دیا ہے کہ وہ سیاست جو اخلاق کو چھوڑ کر اختیار کی جائے کامیاب نہیں ہو سکتی بے شک اس طریق پر وقتی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ لیکن آخر کار سیاست بلا اخلاق ناکام و نامراد ہی رہتی ہے۔

اسی اصل کے ماتحت انگریزوں کی غیر ملکی حکومت کے زمانہ میں ملک کی آزادی کی ہر طرح سے حامی ہوتے ہوئے بھی احمدیہ جماعت نے اس امر کو کبھی پسند نہ کیا کہ ان کے خلاف بغاوت یا قانون شکنی کا رنگ اختیار کیا جائے اور خلاف قانون حرکات کر کے اس غیر ملکی حکومت کو کمزور یا ختم کیا جائے۔

کیونکہ ایسا طریق اختیار کرنے سے لازماً اہل ملک کے اخلاق میں گراوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اور اس طرح اپنی ملکی حکومت کے خلاف بھی انہیں ہتھکنڈوں کا استعمال وہ جائز سمجھ لیتے ہیں۔ جو غیر ملکی حکومت کے خلاف وہ روا رکھتے ہیں۔

احمدیت کی اس تعلیم کو غیر ملکی حکومت کے زمانہ میں ملک کے بڑے بڑے سیاسی لیڈر اور نیتا درست نہ سمجھتے تھے۔ اور اس باضابطہ اور بااخلاق طریق کو آزادی کے حصول میں ایک سنگِ گراں خیال کرتے تھے۔ لیکن اب جبکہ اپنی ملکی حکومت قائم ہو چکی ہے۔ اور وہی ایجی ٹیشن اور طریق عدم تعاون اپنی حکومت کے خلاف بھی روا رکھا جا رہا ہے۔ اور اس طریق سے حکومت کے لئے پُر شور مشکلات پیدا کی جا رہی ہیں۔ تو احمدیت کے پیش کردہ اصول کی درستی و افادہ کا اقرار کیا جا رہا ہے۔

چنانچہ صوبہ بمبئی کے وزیر اعلیٰ مسٹر مورار جی ڈیسائی نے ۱۱ رفروری کو ضلع سورت میں تقریر کرتے ہوئے واضح الفاظ میں ان لوگوں کی مذمت کی۔ جو قانون شکنی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور اس ضمن میں فرمایا:۔

"کسی شخص کو قانون شکنی سکھانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ جب ہم نے برطانوی حکومت سے مقابلہ کیا تو ہم نے قوانین کو توڑا۔ شاید ہم نے سنجیدگی سے اس طریق کے نقصانات کا خیال نہ کیا تھا۔ اب ہمیں اسی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔"

(بحوالہ اخبار ٹریبون مورخہ ۱۲ رفروری ۱۹۵۳ء)

مسٹر ڈیسائی جو علاوہ بمبئی کے وزیر اعلےٰ ہونے کے پرانے اور ممتاز کانگریسی لیڈر بھی ہیں۔ کا مندرجہ بالا بیان ظاہر کرتا ہے۔ کہ اب اس طریق کے نقصانات باخبر لوگوں کے سامنے آ رہے ہیں۔ جس کو وہ غیر ملکی حکومت میں جائز اور روا سمجھتے تھے۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ احمدیہ جماعت آج بھی اسی مضبوط چٹان پر کھڑی ہے۔ جس پر وہ اپنی ابتداء میں جبکہ بدیشی حکومت تھی کھڑی ہوئی۔ اس کے اصول زریں تمدن و اخلاق کی طوئی، لئے ہوئے ہیں۔ اس لئے حالات کے بدلنے کے ساتھ بھی ان کے بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق[۲] (بقیہ صفحہ ۲)

اعلاناً اور زیادہ شہرت دیں تا پیش از وقوع خبر کو سننے والے اس کے مصداق کا بھی مشاہدہ کر لیں اور تا سعیدروحوں کو راہ حق کی تلاش میں مدد ملے۔ چنانچہ سب سے پہلے حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے ۲۰ رفروری ۱۹۴۴ء کو خاص ہوشیارپور میں اور ۱۳ رمارچ ۱۹۴۴ء کو بمقام لاہور اور ۲۳ رمارچ ۱۹۴۴ء کو بمقام لدھیانہ اور ۱۷ راپریل ۱۹۴۴ء کو بمقام دہلی کثیر التعداد اجتماعات میں پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہونے کا اعلان کیا۔ اور خدا تعالےٰ کی تائیدات سے آپ نے دین اسلام کی وہ خدمت سر انجام دی۔ جس کی کسی دوسرے مسلمان کو آج تک توفیق نہیں ملی۔

بہر حال اس وقت سے اب تک خدا تعالےٰ حضرت امام جماعت احمدیہ کے وجود باجود کے ذریعہ اس پیشگوئی کو زیادہ سے زیادہ روشن اور اجاگر کر رہا ہے۔ اور ہم لوگ خدا تعالےٰ کے تازہ بتازہ نشانات آئے دن اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ضروری اعلان

میں اپنے بڑے لڑکے محمد احمد کو بوجہ اس کی سخت نافرمانی اور درشت کلامی کے جو اس نے میرے حق میں کی ہے۔ اور میری توہین اور ہتک کی ہے عاق کرتا ہوں۔

خاکسار

محمد سلیمان احمدی

جمشید پور

اعلانِ نکاح

چوہدری ولی احمد صاحب واقف زندگی درویش کارکن امور عامہ کا نکاح مورخہ ۲۵/۱/۵۳ کو سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے پانچصد روپیہ مہر پر مسعودہ بیگم صاحبہ بنت قریشی محمد یونس صاحب آف بریلی سے بمقام ربوہ پڑھا۔ اللہ یہ رشتہ جانبین کیلئے مبارک اور مثمر ثمرات حسنہ کرے۔

مصلح موعود (ایدہ اللہ تعالیٰ) علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ ان کنتم صٰدقین۔ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین

پیشگوئی مصلح موعود کوئی معمولی پیشگوئی نہیں۔ موجودہ زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی صداقت کے لئے اسے ایک نشان آسمانی قرار دیا ہے۔ اور نہ صرف نشان آسمانی بلکہ اس کی بے نظیری کی تحدی کی گئی اور مخالفین و منکرین کو اس کی مثال لانے کے لئے چیلنج کیا گیا ہے۔ چنانچہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں ہی حضور فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

"اے منکرو! اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندہ کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے۔ جو ہم نے اپنے بندے پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو۔ اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے۔ تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔"

پیشگوئی کی اہمیت اور عظمت شان اس سے ظاہر ہے۔ اسی طرح پیشگوئی کی غرض و غایت بھی الہامی عبادت میں ملاحظہ ہو۔ خدا فرماتا ہے:-

"اے مظفر تجھ پر سلام! خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں۔ باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفےٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

یہ تو اس پیشگوئی کی مفصل غرض و غایت ہے۔ لیکن ہر ایک چیز کا ایک نقطہ مرکزی ہوتا ہے۔ اور باقی باتیں اس کے ارد گرد چکر لگاتی اور گھومتی ہیں۔ یا وہ بطور اصل کے ہوتی ہیں اور دوسری باتیں اس کے لئے بطور فروع اور شاخ یا ضمنی امور کے ہوتی ہیں۔ اس مفصل غرض میں درحقیقت دو ہی امور بطور نقطہ مرکزی کے ہیں:-

۱- تا دین اسلام کا شرف اور

۲- کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔

چنانچہ:-

دوسری طرف جس وجود کو بطور نشان قرار دیا گیا پھر اس کے ذاتی اوصاف ہیں۔ علاوہ دیگر علامات کے ایک بہت بڑی علامت یا عظیم الشان وصف یہ بھی بیان ہوا ہے کہ:-

"وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح القدس کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔"

گویا جس وجود کو دین اسلام کے شرف کا موجب اور کلام اللہ کے مرتبہ کے اظہار کا ذریعہ قرار دیا ہو۔ ضروری ہے کہ وہ ذاتی اعتبار سے اپنی ذہانت و فہم و فراست اور علوم باطنیہ میں وہ بہ کمال رکھتا ہو۔ اور ان اوصاف سے اُسے ایک وافر حصہ عطا کیا گیا ہو۔ اور دین اسلام پر خاصہ عبور رہنے کے علاوہ اُس کے اندر قیادت کا مادہ بھی تام و کمال پایا جائے تا وہ از خود علیٰ وجہ البصیرۃ ہو کر دوسروں کی راہنمائی کا حق رکھے۔ جیسا کہ قرآن پاک نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:-

"علیٰ بصیرۃ انا و من اتبعنی"

* * * * * *

اب لیجئے ہمارے سامنے پیشگوئی کی دو زبردست اغراض ہیں۔ اور انہیں کے مطابق ہم الہام الٰہی کی اس عبارت کے "علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا" کی قدرے تفصیلی بحث کرتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مصلح موعود ایدہ الودود کے وجود باجود میں کس شان کے ساتھ پائی جاتی ہیں:-

بہت لمبی چوڑی باتوں کو جانے دو۔ آؤ آجکل کے عام زیر بحث امر کو لے لو۔ آجکل دنیا میں بہت سی تحریکات جاری ہیں۔ دنیا کی مشکل گتھیاں سلجھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ عام زیر بحث کیا چیز ہے۔ یہی "روٹی کا مسئلہ" یا بلفظ دیگر افلاس، غربت اور ناداری کا قلع قمع" جو فلاسفر یا جو سیاستدان اُٹھتا ہے وہ اپنے اپنے رنگ میں اس کا حل پیش کرتا ہے۔ آج دنیا کی سطح پر اس کے لئے کئی ایک نظریے بیان کئے جاتے ہیں۔ لیکن ان سب کے لئے کمیونزم ایک اژدھا کی صورت میں سامنے آ رہا ہے۔ ہر ایک سیاسی پارٹی اس سے خائف ہے اور ہر تحریک اس سے کانپ رہی ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس کے بظاہر سرسبز اور دلکش باغات بڑے ہی بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اور بھولے بھالے عوام اس سے دلچسپی لیتے ہیں یا غربت و افلاس سے تنگ مخلوق اُس کا دامن آ پکڑتی ہے۔

مگر میرا آقا۔ ہاں دنیا کا سچا خیرخواہ۔ ہاں وہی جسے خدا وند نے کہا:-

"علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔"

ببانگ دہل پکارتا ہے کہ دنیا کی مشکلات کا حل اسلام میں ہے۔ قرآن میں ہے۔ خواہ وہ تقسیم دولت کے نتیجہ میں ہوں یا ملکی حکومت اور اقتدار کے لحاظ سے یا پھر اقتصادی اور معاشرتی پہلوؤں سے غربت و افلاس کے نتیجہ میں۔

بہرحال سب کے متعلق فرمایا کہ اسلام کی تعلیم اور اس کے اصول ہی دنیا جہان کے امن و سلامتی اور اس کی خوشحالی اور بہبودی کا باعث ہیں۔ اور بالآخر دنیا کو اس طرف آنا پڑیگا۔ اُسے یہ بات تسلیم کرنی ہی پڑے گی ؎

نہیں سمجھی تو آخر ایک دن دنیا یہ سمجھے گی

چنانچہ

. . . .

ہم دیکھتے ہیں کہ آج دنیا اپنے لمبے تجربہ کے بعد اسلامی اصولوں کی طرف رجوع کر رہی ہے۔ اور اُسے ایک تلخ تجربہ کے بعد اپنے ہتھیار رکھنے پڑے ہیں۔ چنانچہ مسئلہ طلاق۔ تعدد ازدواج کو آہستہ آہستہ یورپین ممالک میں تسلیم کیا جا رہا ہے اور عورت کے حقوق برابر دلائے جا رہے ہیں۔

آپ نے نہ صرف یہ دعوے ہی کیا بلکہ اس کے ساتھ بڑے وزنی دلائل اور ثبوت بھی بہم پہنچائے ہیں جس پر وہ زبردست مضامین شاہد ہیں۔ جو اصولی رنگ میں آپ نے بیان فرمائے۔

کمیونزم کا مقابلہ مذہب سے

پھر آپ ہی نے بتایا کہ اس وقت تمام دنیا کو بہت بڑا خطرہ کمیونزم سے ہے۔ اور اس کی اس طرح وضاحت فرمائی کہ یہ مت خیال کرو کہ یہ ایک سیاسی تحریک ہے۔ اور اس کا ٹکراؤ سیاسی جماعتوں یا حکومتوں سے ہے۔ نہیں بلکہ اس کا اصل حملہ مذہب پر ہے۔ اور یاد رکھو کہ دنیا کے مذاہب میں سے کسی مذہب میں ایسی سکت نہیں کہ اس کا مقابلہ کر سکے۔ اگر مقابلہ میں آ سکتا ہے تو صرف مذہب اسلام ہے۔ کیونکہ جن باتوں کو لے کر آجکل کمیونزم اپنا دامن پھیلا رہا ہے۔ ان کے "حل" اسلام نے سیر حاصل بحث کی ہے۔

اسلام ہی ایک مذہب ہے جس میں تقسیم دولت۔ ملکیت زمین حکومت و رعایا کے حقوق و فرائض وغیرہ امور پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔

اب سوچو کہ یہ طاقت اور یہ جرات اور پھر نہ ایک یا دو آدمی یا ایک پارٹی یا دو پارٹیوں کے سامنے بلکہ ساری دنیا کے سامنے یہ اعلان کرنا کس کی مجال ہے۔ اور پھر دلائل بھی ایسے دینا کہ کسی کو توڑنے کی ہمت نہ پڑے۔ یہ صرف اور صرف اُس الٰہی کلام کا نتیجہ ہو۔ جس نے فرمایا تھا کہ

"علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا"

اور طرہ یہ کہ ان ساری باتوں کا ثبوت قرآن پاک اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے مذہب سے دیا جاتا ہے۔ کیا اس ایک بات سے دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ ایک دنیا پر ظاہر نہیں ہوتا!! کیا قرآن کریم اور آثار رسولؐ دوسرے علماء اسلام کے پاس موجود نہیں۔ کیا وہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کا دن رات مطالعہ نہیں کرتے۔ مگر وہ کونسی بات ہے جو اُن کو یورپین فلسفہ اور کمیونزم کے سامنے ٹھہرنے کی جرات نہیں دلاتی۔ وہ تعلق باللہ کا فقدان اور روح الٰہی سے تہیدستی ہے۔

الغرض یہ ایک مثال تو میں نے خصوصیت سے ظاہری علوم سے پُر کئے جانے کی دی ہے۔ اب لیجئے علوم باطنی سے پُر کئے جانے کا کچھ نمونہ:-

۱- مدارج تقویٰ۔ تزکیہ نفوس۔ محبت الٰہی وحی و الہام ہستی باری تعالیٰ۔ ملائکہ۔ ذکر الٰہی۔ اسلامی احکام کا فلسفہ وغیرہ ایسے نازک مضامین ہیں۔ جن پر آپ نے نہایت شرح و بسط سے بحث کی ہے۔ اور ان جملہ مضامین پر نہ محض قال سے بلکہ حال سے بھی روشنی ڈالی۔ اور ان میں اپنے ذاتی تجارب کے ماتحت وہ وہ نکات بیان کئے ہیں۔ کہ دوسرے کی کیا مجال جو ایسے اسلوب پر ان مضامین کو نبھا سکے۔

آخر یہ کس سرچشمہ سے نکلے اُس سے جس کے متعلق خدا نے کہا تھا۔

"علوم باطنی سے پُر کیا جائے گا۔"

قرآن دانی

ایک اور نقطۂ نگاہ سے اسبات پر غور کیجئے!!

قرآن کریم تمام علوم کا سرچشمہ ہے: "ما لھٰذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا" اور "فیھا کتب قیمۃ" اس کا دعوے ہے۔ اور اس کے رسول کے متعلق فرمایا کہ وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔

اس مضمون کو ایک غزلی شاعر نے نہایت ہی عمدگی سے اس طرح نظم کیا ہے ؎

کل العلم فی القرآن جمیع
لکن تقاصر عنہ افہام الرجال

اگر یہ بات سچی ہے اور یقیناً سچی ہے کہ قرآن پاک تمام علوم کا سرچشمہ ہے تو اس کی فہم و معرفت رکھنے والا اور اس پر عبور پانے والا بلا شبہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ کیونکہ قرآن پاک ایک ایسا خزانہ ہے۔ جس کے متعلق فرمایا۔ لا یمسہ الا المطھرون جو صرف اور صرف مطہر وجودوں پر ہی کھولا جاتا ہے۔

چنانچہ علم قرآنی ہمارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ کو بچپن ہی سے بخشا گیا۔ ذرا اس واقعہ کو اپنے ذہن میں مستحضر کرنے کی کوشش کریں۔ جو حضور نے ایک فرشتہ کے ذریعہ سورت فاتحہ سکھائے جانے کے متعلق متعدد بار سنایا اور اپنی تفسیر میں درج بھی فرمایا ہے۔

. . . .

دراصل یہ اشارہ تھا سارے قرآن پاک کے علوم کے سکھائے جانے کا۔ واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ۔

تفسیر نویسی کا چیلنج

خدا کی اس تائید سے آپ نے ایک دنیا کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا۔ چنانچہ امیر امان اللہ خاں سابق شاہ افغانستان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آیت لا یمسہ الا المطھرون کے مضمون کی طرف توجہ دلا کر بار بار اپنے مخالفوں کو توجہ دلائی ... کہ اگر تم میں سے کوئی عالم یا شیخ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے تو میرے مقابلہ پر علوم قرآن کو ظاہر کرے۔ اور ایسا کیا جائے کہ ایک جگہ ایک ثالث شخص بطور قرعہ اندازی قرآن کریم کا کوئی ٹکڑا نکال کر دونوں کو دے۔ اور اس کی تفسیر معارف جدیدہ پر مشتمل دونوں لکھیں۔ پھر دیکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کس فریق کی مدد کرتا ہے۔ مگر باوجود بار بار کہنے کے کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔ اور نہ آ سکتا تھا کیونکر؟ کیونکہ آپ کا مقابلہ تو الگ رہا علوم قرآن میں آپ کے خدام کا بھی کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور قرآن کریم گویا اس وقت صرف ہمارا ہی ہے۔

(دعوت الامیر صفحہ ۱۹۵)

علماء دیوبند کو چیلنج

پھر علماء دیوبند کے نام چیلنج میں تحریر فرمایا:۔

"اگر حقائق و معارف سے حقیقی معارف مراد ہیں۔ جن سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔ اور جن میں انسان کے اخلاق و اعمال کی درستی اور اس کے تعلق باللہ کے اعلیٰ سے اعلیٰ ذرائع بتائے گئے ہیں۔ تو ان کے لکھنے میں ان مولویوں کو میں اپنے مقابلہ پر بلاتا ہوں۔ اگر وہ آئے تو دیکھیں گے کہ حضرت مرزا صاحب کے ایک ادنیٰ غلام کے مقابلہ میں ان کا کیا حشر ہوتا ہے۔ ان کی نلمیں ٹوٹ جائیں گی۔ ان کے دماغوں پر پردے پڑ جائیں گے اور وہ کچھ نہیں لکھ سکیں گے۔ اگر ان میں ہمت و جرأت ہے تو مقابلہ پر آئیں"۔

(الفضل ۱۶ر جولائی ۱۹۲۵ء)

پھر ایک اور موقع پر اعلان کے طور پر حضور نے فرمایا:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان علماء کو چیلنج دیا کہ میرے مقابل پر آ کر تفسیر لکھو۔ اگر ان علماء میں علم ہوتا تو وہ اسے قبول کیوں نہ کرتے؟ پھر حضرت مسیح موعود نے فرمایا یہ تفسیر کا کام میرا ہے یا اس کا جو مجھ سے ہو۔ اور اس طرح یہ دروازہ اپنی جماعت کے لئے بھی کھلا رکھا ہے۔ اب میں نے بھی کئی بار چیلنج دیا ہے۔ کہ قرعہ ڈال کر کوئی مقام نکال لو۔ اگر یہ نہیں تو جس مقام پر تم کو زیادہ عبور ہو یہاں تک کہ تم ایک مقام پر جتنا عرصہ چاہو غور کرو اور مجھے نہ بتاؤ۔ پھر میرے مقابل میں آ کر اس کی تفسیر لکھو۔ دنیا فوراً دیکھ لے گی کہ علوم کے دروازے مجھ پر کھلتے ہیں یا ان پر۔ مگر کسی کو جرأت نہیں ہوتی کہ سامنے آئے۔

(الفضل ۷ر مارچ ۱۹۳۸ء)

تمام دنیا کو کھلا چیلنج

اسی طرح جیسا کہ پیشگوئی میں مصلح موعود کو علوم ظاہری و باطنی سے پُر کئے جانے والا ظاہر کیا ہے۔ اس لئے قرآن پاک کی تفسیر کے ساتھ علوم باطنیہ کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ لیکن اس امر کو ایک اور رنگ میں حضور نے بطور چیلنج لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ جس سے حضور کا علوم ظاہری سے پُر کیا جانا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور نے ۸ر اپریل ۱۹۳۴ء کو لائلپور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"آپ (یعنی مسیح موعود علیہ السلام) کے طفیل مجھے بھی ایسے قرآن کریم کے معارف عطا کئے گئے ہیں۔ کہ کوئی شخص خواہ کسی علم کا جاننے والا اور کسی مذہب کا پیرو ہو قرآن کریم پر جو چاہے اعتراض کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس قرآن سے ہی اس کا جواب دوں گا۔ میں نے بارہا دنیا کو چیلنج کیا ہے۔ کہ معارف قرآن میرے مقابل میں لکھو۔ حالانکہ میں کوئی مامور نہیں ہوں۔ مگر کوئی اس کے لئے تیار نہیں ہوا . . . . . . میرا دعوے تو یہ ہے کہ نئے معارف بیان کروں گا"۔

(تبلیغ حق صفحہ ۳۷ و ۳۸)

اسی تقریر میں آگے چل کر فرمایا:۔

"غرض اس وقت تک کوئی بات ایسی معلوم نہیں ہوئی کہ جس کی دنیا کو ضرورت ہو۔ اور قرآن کریم میں مذکور نہ ہو۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کا کوئی انسان کسی علم سے اعتراض کرے میں انشاء اللہ العزیز قرآن کریم سے ہی سے اسے جواب دوں گا۔ اور میرا دعویٰ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر دنیا کی ضرورتوں کو پورا کر دیا"۔

(تبلیغ حق صفحہ ۶۵)

اسی قسم کا چیلنج آپ نے متعدد بار اپنی مجالس میں دہرایا۔ چنانچہ الفضل ۸ر جنوری ۱۹۴۵ء میں شائع شدہ حضور کی ۵ر مئی ۱۹۴۴ء کی مجلس علم و عرفان کی ڈائری میں اس کا ذکر اس طرح موجود ہے:۔

"تفسیر نویسی کے متعلق حضور کے چیلنج کا ذکر ہو رہا تھا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔ ہمیں افسوس ہی آتا ہے کہ کوئی شخص مقابلہ میں نہیں آتا۔ اگر آئے تو اللہ تعالیٰ کا نشان دنیا پر ظاہر ہو جائے"۔

۱۶ر اپریل ۱۹۴۴ء کو ۴ بجے دن جماعت احمدیہ دہلی کے زیر اہتمام ایک نہایت اہم جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود والی پیشگوئی پر تفصیلی تقریر کرتے ہوئے معارف قرآنیہ کے متعلق اپنے چیلنج کو دہرایا۔ اور فرمایا کہ:۔

"اب بھی میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ بے شک ہزار عالم قرآن مجید کے کسی حصہ کی تفسیر میں میرا مقابلہ کریں۔ مگر دنیا تسلیم کرے گی کہ میری تفسیر ہی حقائق و معارف اور روحانیت کے لحاظ سے بے نظیر ہے"۔

(رسالہ فرقان اپریل ۱۹۴۴ء صفحہ ۹۹)

دین اسلام کا شرف

علاوہ ازیں کلام الٰہی کے عین موافق حضور نے دین اسلام کا شرف اپنے اس چیلنج سے ظاہر فرمایا جو حضور نے ہندوستان کے گرمائی دارالسلطنت شملہ میں تمام مذاہب کے نمائندوں کے لئے اعلان فرمایا کہ:۔

"میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد تمام دنیا کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ اگر کوئی شخص ایسا ہے جسے اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کے سچا ہونے کا یقین ہے تو آئے اور آ کر ہم سے مقابلہ کرے۔ مجھے تجربہ کے ذریعہ ثابت ہو گیا ہے کہ اسلام ہی زندہ مذہب ہے۔ اور کوئی مذہب اس کے مقابلہ پر نہیں ٹھہر سکتا"۔ (الفضل ۲۳ر اکتوبر ۱۹۱۷ء)

ساری دنیا میں قرآن مجید کی اشاعت کا انتظام

حضرت مصلح موعود ایدہ الودود کے بارہ میں کلام الٰہی میں یہ بھی خبر دی گئی تھی۔ کہ اس کے ذریعہ سے کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہو گا۔ سو خدا کے فضل اور اس کی خاص عنایت سے یہ توفیق ہمارے آقا و مولا کو ہی ملی۔ اور عجیب تر یہ بات ہے کہ ادھر حضور نے ۲۸ر جنوری ۱۹۴۴ء میں مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہونے کا دعویٰ کیا۔ ادھر ۲۰ر اکتوبر ۱۹۴۴ء میں جماعت احمدیہ کے سامنے تمام دنیا کی نو زبانوں[1] میں قرآن کریم کے تراجم شائع کرنے کی تحریک جاری کی جس پر ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے خرچ ہونے کا اندازہ کیا گیا[2]۔ اور جماعت نے اپنے پیارے امام ہمام کی آواز پر مخلصانہ لبیک کہا۔ اور آج یہ تراجم طیار ہو کر زیر طبع ہیں۔ اور یہ ساری بھی برکت اُس آسمانی وجود کی ہے جسے خدا نے اپنے کلام میں علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا ظاہر فرمایا ہے۔ آج روئے زمین پر کروڑوں مسلمان بستے ہیں۔ بڑے بڑے عالم فاضل اور متمول بھی ہیں۔ حکومتوں کے مالک بھی ہیں۔ اور دینی فنڈ بھی اپنے پاس رکھتے ہیں۔ لیکن کسی کو قرآن پاک کے منور چہرہ کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی توفیق نہیں ملی۔ کیا اس عظیم الشان کارنامہ سے دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ ایک دنیا پر ظاہر نہیں ہوتا[3]۔

حضور کی بیان کردہ تفسیر القرآن

خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ اب ہم اپنے اصلی مضمون کی طرف عود کر کے بیان کرتے ہیں کہ حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کی تفاسیر متعدد حصص میں شائع ہو کر اس وقت دنیا کے سامنے ہیں وہ لوگ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ وہ معارف عالیہ کے بیان کرنے۔ اصول دین کی تشریح، دین اسلام کے منور چہرہ کو پیش کرنے اور حضرت بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کو ظاہر کرنے میں کس قدر کامیاب رہی نہایت ہی مختصر طور پر محض دلچسپی کی خاطر ہم حضور کی ان تفاسیر پر طائرانہ نظر کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے بعد تو اسلام کی حالت ہی بدل گئی۔ کجا وہ زمانہ جبکہ خود مسلمان کہلانے والے مخالفین کے اعتراضات کی تاب نہ لا کر اصول اسلام اور تعلیمات قرآنیہ کی رکیک تاویلات کی پناہ لیتے اور ان کے سامنے معذرت کرتے کرتے دم نہ لیتے اور کجا یہ وقت کہ اب معترضین سنبھل سوچ کر اس طرف کا رُخ کرتے ہیں۔ گویا حضور کی بعثت نے اسلام کو ڈیفنس لائن سے اٹیک لائن پر لا کھڑا کیا۔

(۱)

حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنی تفاسیر میں قرآنی تفسیر کا اسلوب تفسیر ہی بدل دیا۔ اب کوئی مخالف اور معترض سنبھل کر

---

[1] عربی۔ انگریزی۔ روسی۔ جرمنی۔ ڈچ۔ فرانسیسی۔ اطالین۔ ہسپانوی۔ پرتگیزی۔

[2] الفضل ۲۷ر اکتوبر ۱۹۴۴ء

[3] الفضل ۳ر نومبر ۱۹۴۴ء

ہی اسلام پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ اُسے سب سے پہلے اپنے گھر کی خبر لینی ہوگی۔ پھر اسلام پر حرف گیری کی جرأت کرے گا۔ ورنہ خود ہی شرمسار ہونا پڑے گا۔

حضور کا یہ اسلوب بیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عبداللہ آتھم سے مباحثہ میں پیش آمدہ واقعہ اور حضورؑ کے اس موقعہ پر جواب سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے۔ جبکہ مسیحیوں نے چند لنگڑے لولے اس لئے میدان مباحثہ میں پیش کئے۔ کہ آپ ان کو چنگا کر دیں تا ظاہر ہو کہ آپ واقعی مسیح زمان ہیں۔ لیکن حضورؑ نے نہایت ہی عمدہ اور پُرلطف جواب دیا کہ ایسے معجزات کا میں قائل نہیں البتہ مسیحیوں کی یہ بڑی نوازش ہے۔ وہ ان بیماروں کو لے آئے ہیں۔ اب میں اُنہیں کہتا ہوں کہ اگر اُن کے اندر حضرت مسیح کے قول کے مطابق رائی بھر بھی ایمان ہے تو ان کو چنگا کر دے۔ اور بقول انجیل کے جو معجزات خود مسیح نے دکھلائے اُن کے کامل متبعین بھی دکھا سکتے ہیں ۔۔۔ وغیرہ

بعینہٖ حضرت اقدس کی تفسیر میں بیانات آتے ہیں کسی معترض کو جواب دینے سے پہلے اس کے اپنے اعتقاد کی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے اور پھر اُسے اسلام کی طرف سے تسلی بخش بادلائل جواب دیا جاتا ہے۔

(۲)

جہاں کسی اسلامی تعلیم کا مقابلہ دیگر مذاہب سے کیا ہے۔ تو وہ نہایت شرح و بسط سے باہمہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے احساسات جذبات کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ پھر ایسے مواقع پر حضور کا طرز بیان ایسا عمدہ اور دلکش ہے۔ کہ گویا ماہر تیراک بحر زخارہ کی سطح پر نہایت آسانی سے تیرتا چلا جاتا ہے۔ اس کی امثلہ حضور کی تفسیر میں جا بجا ملتی ہیں۔ زیادہ نمایاں امور جلد اوّل کے حصہ اوّل میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

(۳)

سب سے بڑی بات جو حضور کی ان تفاسیر میں نمایاں ہے۔ وہ حضور کا قرآن کریم کی ترتیب کے بارہ میں مخصوص نظریہ ہے۔ چنانچہ حضور کا یہ دعوےٰ ہے کہ قرآن پاک پھولوں کا ہار ہے۔ جس کی ہر سورت دوسری سورت سے ایک گہرا تعلق اور رابطہ رکھتی ہے۔ اور اس میں ایک عجیب ترتیب پائی جاتی ہے۔

مفسرین سابقہ میں سے علامہ ابو حیان بحر محیط کے مصنف ایک ہی شخص ہوئے ہیں۔ جنہوں نے قرآن کریم میں ترتیب کا دعوےٰ کیا ہے۔ لیکن وہ بھی اس مقام تک نہیں پہنچ سکے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک خطبہ جمعہ میں حضور فرماتے ہیں :۔

"یورپین مصنفین کہتے ہیں۔ کہ قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب مضمون کے لحاظ سے نہیں بلکہ جو لمبی سورتیں ہیں وہ پہلے رکھ دی گئی ہیں۔ اور جو چھوٹی سورتیں ہیں۔ وہ آخر میں رکھ دی گئی ہیں۔ یہ بات غلط ہے۔ اور ہمارا دعوےٰ ہے۔ کہ قرآن مجید کی سورتوں میں مضمون کے لحاظ سے ترتیب پائی جاتی ہے۔ اور اس ترتیب کے مطابق سورتیں رکھی گئی ہیں۔ اور اس دعوےٰ کی وجہ سے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم وہ ترتیب ثابت کریں اور یہ ترتیب کا مضمون اتنا مشکل ہے۔ کہ آج تک اس پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ جس میں بالاستیعاب یہ بحث کی گئی ہو۔ کہ قرآن کریم کی تمام سورتوں میں کلی طور پر کس طرح ترتیب پائی جاتی ہے۔ یہ اتنا مشکل مضمون ہے۔ کہ سید ولی اللہ شاہ صاحب جیسے آدمی جو زمانہ آخر کے چوٹی کے عالم تھے۔ اور جنہوں نے قرآن مجید کی بڑی خدمت کی ہے۔ انہوں نے بھی آخر لکھ دیا کہ قرآن مجید کے مضامین ایسے ہیں جیسے نمائش میں مختلف اشیاء جمع کر کے رکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ گویا مکمل ترتیب ثابت کرنے سے وہ بھی قاصر رہے ہیں۔"

(۴)

قرآن مجید کے پڑھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ آخری پارہ میں سورتوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ کسی دوسرے پارہ میں اتنی نہیں چنانچہ آخری پارہ ۳۷ سورتیں ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ان میں ترتیب ثابت کرنے والے کو قدم قدم پر کن مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ مگر باوجود اس کے حضور نے اس حصہ قرآن پر قلم اُٹھایا اور کامیابی کے ساتھ اس دعویٰ کو ثابت کرتے چلے جا رہے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی اس پارہ کی سورتوں کے متعلق مفسرین سابقہ سے امتیازی حیثیت حضور کی تفسیر کو یہ حاصل ہے۔ کہ ایسے مفسرین نے اس پارہ کی تفسیر میں وہ شرح و بسط سے کام نہیں لیا۔ جو ابتدائی حصہ میں لیا ہے۔ اس کے برعکس انہوں نے اکثر مشکل ترین سورتوں کو قیامت پر چسپاں کرتے ہوئے ایک سرسری تفسیر کی ہے۔ لیکن حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس حصہ کی طرف خاص توجہ کی اور فرمایا :۔

"آخری پارہ بہت اہمیت رکھتا ہے اور اس لحاظ سے بھی بہت اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں کثرت کے ساتھ زمانہ حاضرہ کے متعلق پیشگوئیاں اور حالات بیان کئے گئے ہیں۔ زمانہ حاضرہ کے متعلق جتنی باتیں اور جتنی خبریں اس پارہ میں بیان کی گئی ہیں۔ شاید سارے قرآن مجید میں بھی اس زمانہ کے متعلق اتنی خبریں اور اتنے حالات بیان (نہیں) کئے گئے۔ بعض جگہوں پر تو یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس زمانہ کا گویا تمام نقشہ کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے۔

پس اس زمانہ کے حالات کا جس رنگ میں اس پارہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور نقشہ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں ظاہر ہونے والے افعال کا اس پارہ میں کھینچا گیا ہے۔ ہر آدمی جو چاہے احمدی نہ ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اس کا مطالعہ کرے اور معلوم کرے کہ قرآن مجید میں آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے کس طرح اس زمانہ کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ اور اس زمانہ میں پیدا ہونے والے مفاسد کا کیا علاج بتایا گیا ہے۔ اور کس رنگ میں آئندہ ترقی کرنے کی صورت کو پیش کیا گیا ہے۔"

(خطبہ جمعہ ۲ر فروری ۱۹۴۵ء)

(الفضل ۸ر فروری ۱۹۴۵ء)

(۵)

پھر دوران تفسیر میں متعدد مشکل اور دقیق مضامین کو نہایت عمدگی اور عام فہم طریق پر حل کیا گیا ہے۔ مثلاً تاریخی مضامین کے لحاظ سے قرآن کریم کے بنی اسرائیل اور یہود کا الگ الگ بیان کہ جہاں قرآن نے بنی اسرائیل کا لفظ بولا وہاں اس کی کیا مراد ہے۔ اور جہاں یہود کے لفظ سے ان لوگوں کو یاد کیا گیا ہے تو اس جگہ کیا مراد ہے۔ پھر موسےٰ علیہ السلام پہ تاریخی اور لغوی بحث کی گئی ہے اور اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے عظیم الشان انبیاء میں سے تھے۔ اور وہ مصر سے اپنی قوم سمیت ہجرت کر کے کنعان کی سرزمین کی طرف آنے میں فرعون مصر کے مقابل پر کامیاب رہے تھے۔ اسی طرح ذوالقرنین کے بارہ میں ایک بے نظیر تحقیق پیش فرمائی اور اصحٰب الکہف کے متعلق تاریخی حوالہ جات سے ایک خاص روشنی ڈالی جس سے وہ تمام مشہور قصے لغو اور فضول ثابت ہوئے۔ اسی طرح سورت کہف میں حضرت موسیٰؑ کا کشف اور بعثت محمدی کا بیان قابل مطالعہ حصہ ہے۔ پھر علمی پہلو سے متعدد مقامات میں عجیب عجیب نکات کا بیان موجود ہے۔ اور دراصل یہ ایسی باتیں نہیں جن کو اس طریق پر مختصر بیان کیا جائے۔ مثال کے طور پر سورت فجر کی ابتدائی چند آیات کی تفسیر ملاحظہ کریں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ کس خوبی سے ان آیات میں ایک ترتیب قائم کر کے ہجرت نبوی اور اس سے متعلقہ واقعات کے ساتھ اس کی مطابقت ظاہر کی ہے۔ اور ضمنی طور پر ان مشکل ترین آیات کو عمدگی سے حل کر کے رکھ دیا ہے۔ اور پھر سورت فیل اور لایلٰف قریش کا باہم ارتباط اور تعلق اور ان دونوں کے موجودہ زمانہ کے فوائد سے جس طریق پر مطلع کیا گیا ہے وہ بے نظیر ہے۔ اس حصہ تفسیر کو پڑھ کر زندہ خدا پر یقین اور ایک مردہ قوم میں زندگی کی روح پیدا ہوتی ہے۔ گویا یہ تمام مقامات کیا ہیں؟ آفتاب آمد دلیل آفتاب کے مصداق ہیں۔

مختصر یہ کہ حضور کی تفسیر کیا ہے۔ ایک روحانی غذا ہے۔ جو ہر استعداد کے انسان کے لئے اپنا دامن پھیلائے ہوئے ہے۔ اور ہر شخص اپنی بساط کے مطابق اس سے بہرہ اندوز ہو سکتا ہے۔ باوجودیکہ بعض مقامات پر دقیق سے دقیق مضامین بیان کرنے پڑے ہیں۔ لیکن انہیں ایسی خوبی سے نبھایا ہے۔ کہ سوائے ایک "masterمائنڈ" اور ماہر فن کے کسی کی مجال نہیں کہ ایسا کر سکے۔ اور اس کی تمام تر وجہ یہی ہے کہ اس مرد خدا کے لئے خدا کا وعدہ تھا کہ

"وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا"

اور پھر ایسا کیوں نہ ظاہر ہوتا کہ کلام الملوک ملوک الکلام الغرض حضرت مصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ کا وجود باجود اپنے علوم ظاہری و باطنی کے اظہار کے ساتھ نہایت آب و تاب کے ساتھ

دین اسلام کا شرف اور

کلام اللہ کا مرتبہ

لوگوں پر ظاہر کر دیا ہے۔ اور حضور کے یہ جوہری کارنامے ایک دنیا کے سامنے ہیں۔

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہر شخص اس کا تجربہ کر سکتا ہے۔ اور زندہ نشان کا مشاہدہ کر سکتا ہے!!

خدا تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ اس اولوالعزم و صاحب مرتبت کی زندگی اور صحت میں برکت دے۔ اور ہمیں اس کے قدموں میں رہنے خدمت بجا لانے کی توفیق دے۔ آمین یا رب العالمین ؛

الراقم العاجز

محمد حفیظ بقاپوری خادم المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ۔

سیدۃ النساء حضرت ام المومنین نور اللہ مرقدہا کی ایک دعا

از جناب مولوی محمد شریف صاحب فاضل مبلغ بلاد عربیہ

آج سے ۴۴ سال قبل ۱۹۰۸ء میں بتاریخ ۲۶ رمئی بروز سہ شنبہ لاہور شہر میں حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام اپنے کام کو ختم کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف رحلت فرمانے کے قریب تھے۔ اور الرَّحِیْلُ ثُمَّ الرَّحِیْلُ کا نقارہ بج رہا تھا۔ اور آپؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دعوت مل رہی تھی۔ کہ

(یَا اَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً۔ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ)

"اے روح جسے کوئی قلق واضطراب نہیں اور جس کی سب خوشیاں اپنے خدا سے وصال میں ہیں اپنے پیدا کنندہ کے پاس بخوشی وخرمی واپس آجا۔ اور ہر قسم کی خوشیوں سے دوچار ہو۔ اور میرے بندوں کو آمل اور میرے بہشت میں داخل ہوجا۔ اس وقت حضرت اقدسؑ کے پاس جو خوش قسمت اصحاب موجود تھے۔ ان میں سے آپ کی دو دونوں جہانوں میں رفیقہ حیات حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم اور آپ کے لخت جگر حضرت مرزا محمود احمد اور حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس وقت جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روح اپنے مولیٰ کے پاس جانے کے لئے اور اس دنیا کی زندگی کو خیرباد کہنے کے لئے آخری کشمکش میں تھی۔ اور حضرت ام المومنین کو یہ یقین ہو گیا۔ کہ اب آپؑ اس جہان کو الوداع کہہ رہے ہیں۔ اس وقت آپؓ نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرکے جو الفاظ کہے یا بلفظ دیگر دعا کی، وہ حاضرین کے الفاظ میں یہ تھے کہ "خدایا! اب یہ تو ہمیں چھوڑ رہے ہیں۔ لیکن تو ہمیں نہ چھوڑیو۔"[1]

حضرت ام المومنین علیہا السلام کی یہ دعا ایک ایسی دعا ہے۔ جس کا انکار نہ مبایعین کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی غیر مبایعین۔ کیونکہ ہر دو فریق نے یہ دعا اپنے اپنے لٹریچر میں درج کی ہے۔ یہ دعا ایسے وقت میں کی گئی۔ جب آپ لاہور شہر میں غریب الوطن تھیں۔ اور جب ایسا وقت تھا۔ جو آپ کے لئے سب سے زیادہ نازک وقت تھا۔ اور بظاہر نظر آپ کے لئے دنیا اندھیر ہو رہی تھی۔ ایسے وقت میں جبکہ دنیا کی عام عورتوں کو جو جوانی کی عمر میں بیوہ ہو رہی ہوں۔ سوائے رونے دھونے اور بین ڈالنے اور کپڑے پھاڑنے اور منہ پیٹنے اور آہ وزاری کرنے کے اور کچھ نہیں سوجھتا، اس وقت آپ کی یہ دعا آپ کے کمال استقامت اور کمال ایمان باللہ کو ظاہر کر رہی ہے!

آپ کی اس دعا کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس جہان سے رخصت ہو کر اپنے باری تعالیٰ سے جا ملے اور حسب وعدہ الٰہی (یَا اٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ) بہشت میں داخل ہو گئے۔ اور آپ کے لئے بظاہر نظر مشکلات کا ایک دروازہ کھل گیا۔

سب سے پہلی مشکل تو لاہور شہر میں ہی درپیش تھی۔ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دشمن آپؑ کی وفات کی خبر سنتے ہی لاہور شہر کے مختلف اطراف سے جمع ہو کر آپ کے دروازہ کے سامنے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اور وہ دن جو احمدیوں کے لئے ماتم کا دن تھا۔ احمدیت کے دشمنوں کے لئے خوشی کا دن بن گیا۔ اور وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شدید دشمن تھے۔ کسی طرح بھی گمان نہیں کر سکتے تھے۔ کہ آپؑ کے اہل وعیال آج بخیر وعافیت لاہور سے اپنے وطن قادیان میں جا سکیں گے۔ اور پھر قادیان میں بھی اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام اقارب آپ کے مخالف ہی تھے۔ اس لئے حضرت ام المومنین علیہا السلام کے لئے قادیان بھی اب دوبارہ مشکلات کی جگہ تھی۔ جہاں آپ کے دنیاوی رشتہ داروں سے کسی فائدہ یا ہمدردی کی امید رکھنا ایک طمع خام کا مصداق تھا۔ آپؓ کی زندگی اور آرائش وآسائش کا محور تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات ہی تھی۔ اور آپؑ کے اس جہان کو چھوڑ جانے کے بعد بظاہر نظر آپ کے قریبی رشتہ داروں کو ایک دفعہ پھر ابھر آنے کا موقعہ مل گیا تھا۔

تیسری طرف قادیان کی قوت جذب کو بھی دھکا لگ گیا تھا۔ کیونکہ قادیان میں دور دور سے آنیوالے لوگ جو (یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ و یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ) کے ماتحت آتے تھے، اور مال وتحائف لاتے تھے۔ ان کا مرکزی نقطہ جو ان سب آنیوالوں کی تمنا اور مقصود تھا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہ تو اب اپنے خدا تعالیٰ سے جا ملے تھے۔ اس لئے اس وقت یہ یقین کرنا۔ کہ اب قادیان کی طرف لوگوں کا رجوع ہوگا۔ اور قادیان پھر ارض حرم کا نظارہ پیش کریگی۔ اور مال وتحائف آتے چلے جائیں گے۔ اس کی بھی دنیاوی نقطہ نظر سے کوئی امید نہیں تھی۔

پھر اس بات کا خیال کرنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ مشن پورا ہوگا۔ جس کے لئے آپ مبعوث کئے گئے تھے۔ اور آپ کے سلسلہ کا آپ کی وفات کے بعد قائم رہ جانا، یہ بھی دنیا داروں کی نظر میں ایک اعجوبہ سے کم نہ ہوگا۔

پھر اگر یہ بھی مدنظر رکھا جائے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے تو اس وقت تک آپؑ کی بیعت نہیں کی تھی۔ اور حضرت ام المومنین کے بچے ابھی چھوٹی عمر میں تھے۔ حضرت مرزا محمود احمد صاحب کی عمر اس وقت تقریباً بیس سال تھی۔ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی عمر پندرہ سال تھی اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی عمر ۱۴ سال کی تھی۔ اور یہ تینوں ابھی اس قابل نہ تھے۔ کہ اپنی جائداد کی بھی نگرانی کر سکیں۔ اور مالکوں سے اپنا حصہ بقوت علم یا بزور بازو لے سکیں۔

الغرض ہر لحاظ سے مشکلات ہی مشکلات تھیں اور ان مشکلات کا حل کرنا کبھی سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کے ہاتھ میں نہ تھا۔ مگر ہمارا وہ خدا جس نے اپنے برگزیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خبر دے رکھی تھی (اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ ھٰذَا) میں تیرے ساتھ اور تیری اس بیوی (نصرت جہاں بیگم) کے ساتھ ہوں۔ اور اس خبر وبشارت کو متعدد مرتبہ دہرایا تھا، کب آپکی اہلیہ کو چھوڑ سکتا تھا؟ اس لئے اس نے اپنی خدیجہ حضرت ام المومنینؓ کی دعا کو سنا اور تمام مشکلات کو دور کر دیا۔ اور حضرت ام المومنینؓ کو بے نصرت و بے مدد نہ چھوڑا!!

لاہور شہر میں ہی حضرت ام المومنین علیہا السلام نے یہ دعا کی تھی۔ کہ یا الٰہی یہ تو ہمیں چھوڑ رہے جا رہے ہیں پر تو ہمیں نہ چھوڑیو! اور لاہور شہر سے ہی اس کی قبولیت کا اثر ظاہر ہونا شروع ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جسد اطہر بلا کسی فاش تکلیف کے چھ سات لاکھ لاہوریوں سے بچ کر نہایت عزت واحترام کے ساتھ قادیان میں پہنچ گیا۔ اور حضرت ام المومنین علیہا السلام اور آپ کے حواریوں کی معیت ورفاقت میں قادیان میں پہنچ گئے۔ اور پہلی مرتبہ اس دعا کی قبولیت ظاہر ہو گئی۔

پھر قادیان بھی آپ کے لئے وہی قادیان رہا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں تھا اور آپ اپنے سب دنیاوی، قریبی رشتہ داروں سے جو وحی الٰہی میں اعمالیق کے نام سے یاد کئے گئے ہیں ہر طرح سے محفوظ ومصئون رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ اور آپ کی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ آپ کی تمام مخالفت جاتی رہی، اور آپ کے مخالف یکے بعد دیگرے آپکے عقیدتمندوں میں داخل ہونے لگے۔ یہانتک کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب رضؓ کو بھی بیعت میں ایک لمبا عرصہ تک توقف ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے لخت جگر محمود کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی توفیق دیدی۔ اور تائی صاحبہ کو بھی بیعت کرنے کی سعادت مل گئی۔ اور مرزا گل محمد صاحب بھی آپ کے تابع ہو گئے۔ اور آہستہ آہستہ قادیان کے باقیماندہ مغلیہ خاندان کے تمام افراد آپکے ارادتمندوں میں داخل ہو گئے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سلسلہ بھی جو دشمنوں اور حاسدوں کی نظر میں تقریباً نابود ہو گیا تھا۔ حضرت حکیم مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اس کی تجدید ہو گئی۔ اور سلسلہ خلافت بلا کسی معاوضہ کے ظہور پذیر ہو گیا۔ اور گرتی ہوئی جماعت خدا تعالیٰ نے سنبھال لی۔ اور قادیان میں آنے والوں اور مال وتحائف لانے والوں کی تعداد روز بروز زیادہ ہوتی گئی، اگر ۱۹۰۷ء میں قادیان میں جلسہ سالانہ پر آنیوالے مردان خدا کی تعداد سات آٹھ سو کے قریب تھی۔ تو ۱۹۱۲ء میں بارہ تیرہ سو ہو گئی، اور ۱۹۳۹ء میں چالیس ہزار کے قریب ہو گئی۔ اور ان مردان خدا میں سے ہر ایک اسی طرح حضرت ام المومنین علیہا السلام کے لئے اپنی جان نثار کرنے کو تیار تھا۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے اپنی جان نثار کرنے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا تھا۔ اور آپکے وہی بچے جو ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کے روز چھوٹے چھوٹے بچے نظر آتے تھے۔ اور جن کا مستقبل اس وقت بظاہر نظر تاریک نظر آتا تھا۔ دنیا میں آپؓ کی زندگی میں ہی سورج وچاند کی طرح چمکے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کا منظور نظر بنایا۔ مجلس معتمدین کا ممبر تو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صدر انجمن احمدیہ قادیان قائم کرتے وقت ہی بنا دیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ نے آپ کو اپنی جگہ پریذیڈنٹ بھی بنا دیا۔ امامت جماعت کا منصب بھی بوقت ضرورت آپکے سپرد کرتے رہے۔ پھر جماعت احمدیہ کی اکثریت کے دل بھی آپکی طرف مائل ہو گئے۔ پھر ۱۹۱۴ء میں اللہ تعالیٰ نے آپکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خلیفہ ثانی بھی بنا دیا۔ پھر ۱۹۴۴ء میں آپ پر یہ انکشاف بھی فرما دیا کہ آپ مصلح موعود بھی ہیں، اور وہی پسر موعود وامام ہمام جس کی ولادت کا وعدہ ہوشیارپور میں دیا گیا تھا۔ اور جس کے متعلق مفصل پیشگوئی ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں شائع کی گئی تھی۔ اور سبز اشتہار میں اس کی تجدید وتوضیح کی گئی تھی۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور آپ کی دونوں دختران نیک اختر ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضلوں سے نوازا۔ اور وہی جائداد

(باقی صفحہ ۹ کالم ۳ پر ملاحظہ ہو)

[1] سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۸۴

وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک اور تصدیق!

مرسلہ مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب درویش واقف زندگی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امر پر بالوضاحت بحث کر کے دنیا کو بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کو کہ عوام آسمان پر متمکن خیال کرتے ہیں وفات پا چکے ہیں۔ اور اب وہ اس دنیا میں (لوگوں کے خیال کے مطابق) نہیں آئیں گے۔ بلکہ اسی امت میں سے ایک شخص کو اللہ تعالےٰ مسیحی صفات دے کر قوموں کی اصلاح کرنا تھی (جو اللہ تعالےٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو عطا فرمائیں) آپ نے وفات عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن مجید کی متعدد آیات سے، کتب احادیث سے اقوال بزرگان سے اور تاریخی کتب سے ثابت کیا۔ نیز یہ بھی ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (بقول یہودیوں کے) مصلوب ہو کر فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ اپنی طبعی موت سے راہ عدم کو سدھارے۔ اس مسئلہ کو ذی ادراک لوگوں نے اسی وقت سمجھ لیا اور جامعہ ازہر کے علماء نے بھی اس کے حق میں فتوے دیدیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ اب ہم یہاں ناظرین کی آگاہی کے لئے اس مسئلہ پر علامہ نیاز فتحپوری صاحب کا نظریہ درج کرتے ہیں۔ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایک مضمون رقم فرمایا۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات کو تین حصوں پر تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ ولادت دوسرا حصہ وفات اور تیسرا معجزات۔ ہم یہاں پر صرف وہ حصہ جس میں وفات کا ذکر ہے درج کرتے ہیں۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے:۔

"جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا مسئلہ اہم ہے اسی طرح ان کی وفات یا مصلوب ہونے کا واقعہ بھی بہت غور طلب ہے۔

اس مسئلہ پر یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے خیالات مختلف ہیں۔ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ صلیب پر چڑھا کر قتل کر دیئے گئے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ وہ مصلوب ہونے کے بعد پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ اور مسلمان کہتے ہیں۔ کہ وہ صلیب پر نہیں چڑھائے گئے۔ بلکہ کوئی اور شخص ان کی جگہ مصلوب ہوا۔ آسمان پر چلے جانے کے یہ بھی قائل ہیں۔ کلام مجید میں جن آیتوں سے اس پر استدلال کیا جاتا ہے وہ یہ ہیں۔

اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطہرک من الذین کفروا۔۔۔۔۔ (آل عمران آیت ۵۴)

جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں بے شک تجھے مارنے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تجھے ان سے جو کافر ہوئے۔

وقولہم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لہم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقیناً٭ بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً٭ (سورۃ النساء آیت ۱۵۷/۱۵۸)

وہ کہتے ہیں ہم نے قتل کر دیا مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے اللہ کے رسول کو۔ اور انہوں نے نہیں قتل کیا اور نہ صلیب دی اس کو۔ لیکن ان کو اس کا دھوکا ہوا۔ اور جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ بے شک شک میں ہیں، ان کا علم جو کچھ ہے وہ صرف ظن اور قیاس ہے۔ اور یقیناً انہوں نے مسیح کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اٹھا لیا اس کو اپنی طرف اور اللہ غالب ہے حکمت والا۔

سب سے پہلے ہم واقعہ صلیب کو لیتے ہیں جس کا ذکر نہایت صراحت کے ساتھ سورۃ النساء میں آیا ہے۔ سورۃ النساء کی ان آیتوں میں ذکر ہے۔ یہودیوں کا جو کہتے ہیں کہ انہوں نے مسیح کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ لیکن بحث طلب الفاظ شبہ لہم کے ہیں جس سے بعض نے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ کوئی دوسرا شخص مسیح کی صورت میں ہو گیا تھا۔ اور اس کو سُولی پر چڑھایا گیا۔ لیکن الفاظ سے یہ مفہوم اخذ کرنا نہایت ناروا جسارت ہے۔ کلام مجید کے الفاظ کا مفہوم اس قدر ہے۔ کہ یہودی مسیح کی موت یا ان کے قتل کئے جانے کے مسئلہ میں دھوکے میں مبتلا ہو گئے یعنی وہ ہلاک ہوئے نہیں اور انہیں مردہ سمجھ لیا گیا۔ عربی زبان میں یہ لفظ کثرت التباس یا دھوکہ کے معنی میں مستعمل ہے۔ چنانچہ عام طور پر جب کسی شخص کو کسی بات میں دھوکہ ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں شبہ الیہ الامر (فلاں امر میں اس کو التباس یا دھوکہ ہو گیا) اس لئے اس کے یہ معنی لینا کہ کوئی اور شخص مسیح کی شبیہہ بن گیا تھا درست نہیں ہے۔

اب رہا یہ امر کہ وہ صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ تو کلام مجید میں کچھ اس کی نفی ما صلبوہ کہہ کر کی گئی ہے۔ اس کا جواب نہایت آسان ہے۔ قرآن پاک میں قتل و صلیب دونوں کی نفی ساتھ ساتھ کی گئی ہے۔ اور یوں ارشاد ہوا ہے۔ ما قتلوہ وما صلبوہ جس سے صاف ظاہر ہے کہ صلبوہ کا مفہوم بھی وہی ہے جو ما قتلوہ کا ہے۔ یعنی ان کو صلیب پر چڑھانے کے بعد جو اصل مقصود تھا۔ حاصل نہیں ہوا۔ اور وہ ہلاک نہیں ہوئے۔ اس لئے جب صلیب دینے کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو یہ کہنا عام محاورہ کے بالکل مطابق ہے کہ انہیں صلیب بھی نہیں دی گئی۔ جس کی تصدیق شبہ لہم سے اور زیادہ ہوتی ہے۔ اور شبہ لہم کا مفہوم جو ہم نے بیان کیا آگے کے الفاظ "ما لہم بہ من علم الا اتباع الظن" سے اور زیادہ موثق ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد سوال ہے ان کے آسمان پر اُٹھائے جانے کا اور جس کے ثبوت میں رافعک الیّ اور رفعہ اللہ الیہ کے الفاظ پیش کئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں رفع (اُٹھانے) سے مراد رفع جسم (جسم کا اٹھانا) نہیں ہے۔ بلکہ رفعت مرتبت مراد ہے جیسا کہ مفردات امام راغب اور تفسیر کبیر میں بھی صراحتاً مذکور ہے۔ عربی میں رفع کے معنی رفع قدر کے بھی آتے ہیں۔ اور رفیع اس شخص کو کہتے ہیں جو معزز اور بلند مرتبت والا ہو۔

اسی خیال کی مزید تقویت سورۃ آل عمران کی آیت ۵۴ سے بھی ہوتی ہے۔ جہاں رافعک الیّ کے بعد حروف عطف کے ذریعہ سے اس فقرہ کو بھی لایا گیا ہے "ومطہرک من الذین کفروا"۔

کہا جاتا ہے کہ جب مسیح صلیب پر چڑھائے گئے تو انہیں آسمان پر اُٹھا لیا گیا۔ اور اس کی شبیہہ صلیب پر قائم کر دی گئی ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ صلیب تو انہیں کو دی گئی تھی۔ لیکن وہ صلیب سے مردہ سمجھ کر اتار لئے گئے، تو خدا نے ان کو اوپر اُٹھا لیا۔ الغرض آسمان پر اُٹھائے جانے کا واقعہ صلیب ہی کے واقعہ سے متعلق ظاہر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں صراحتاً "انی متوفیک ورافعک الیّ" کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ رفع آسمان کا واقعہ آپ کی وفات کے بعد ہوا ہے۔ اور آپ کی وفات صلیب پر ہوئی نہیں جیسا کہ ہم ابھی کلام مجید سے ثابت کر چکے ہیں۔ اس لئے آخری فیصلہ کا اس امر پر ہوا کہ آپ کی وفات ہوئی یا نہیں۔ یعنی آپ نے عمر طبعی کو پہنچ کر انتقال کیا یا نہیں؟ اگر ثابت ہو جائے۔ تو پھر زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور مفہوم رفع کی وضاحت آسانی سے ہو جائے۔

لفظ متوفی کا مصدر توفی ہے۔ اور جو مفسرین حضرت عیسیٰ کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کے قائل ہیں۔ انہوں نے توفی کے معنی استکمال یا وفائے عہد کے لئے ہیں۔ یعنی خدا نے عیسیٰ سے کہا کہ میں تم سے وفائے عہد کرنے والا ہوں۔ ہر چند توفی کے یہ معنے بھی آتے ہیں۔ لیکن کوئی وجہ نہیں کہ توفی کے معنی مارنے کے نہ لئے جائیں۔ جبکہ توفاہ اللہ کے معنے اماتہ اللہ (اللہ نے موت طاری کی) کے بھی آتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے بھی ابن عباسؓ کی روایت سے متوفیک کا معنے ممیتک (تجھ پر موت طاری کرنے والے) ظاہر کئے ہیں۔ خود کلام مجید میں بھی اور مقامات پر توفی مارنے کے معنی میں آیا ہے (ملاحظہ ہو سورۃ النساء آیت ۹۹) ان الذین توفاہم الملئکۃ وغیرہ۔ علاوہ اس کے یوں بھی جب کلام مجید سے نہایت صراحتاً یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ اپنی موت سے مرے اور وہ عمر طبعی کو پہنچے۔ تو متوفیک کے معنے ممیتک کے کوئی اور اختیار کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

یوں تو کلام مجید کی مختلف آیتوں سے حضرت عیسےٰ کی وفات اور ان کی طبعی موت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن یہاں ہم صرف دو آیتوں کو پیش کرتے ہیں۔ جن میں یہ نہایت صراحت کے ساتھ اس امر کا اظہار ہے۔ اور جن سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔

واذ قال اللہ یعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ ط قال سبحنک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ط ان کنت قلتہ فقد علمتہ ط تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔ انک انت علام الغیوب٥ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم ج وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم ط وانت علی کل شیءٍ شہید٥

(مائدہ رکوع ۱۶)

جب کہے گا (قیامت کے دن) اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے کہا تھا لوگوں سے کہ مجھے اور میری

ماں کو خدا ٹھہرا دو سوائے اللہ کے۔ عیسیٰ جواب دیگا پاک ہے تیری ذات میں کیونکر ایسی بات کہہ سکتا تھا جو حق نہ تھی۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھے خبر ہو گی کیونکہ جو میرے جی میں ہے۔ اس کا علم تجھے ہے اور جو .... جو تیرے جی میں ہے اسے میں نہیں جانتا۔ تو غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے میں نے تو ان سے وہی کہا جو تو نے حکم دیا تھا یعنی یہ کہ اللہ کی پرستش کرو کہ جو میرا تمہارا دونوں کا پروردگار ہے۔ اور اس بات پران کا گواہ تھا جب تک میں ان کے درمیان رہا۔ پھر جب تو نے مجھ پر موت طاری کی تو تو ہی ان کا نگہبان تھا اور تو ہر چیز کا گواہ ہے۔

اخیر کی آئت میں توفیتنی کے معنے سوائے مارنے کے اور نہیں لئے جا سکتے۔ کیونکہ اگر کوئی اور معنے لئے جائیں گے تو مفہوم بالکل غلط ہو جائے گا۔ اور یہ امر اس قدر ظاہر ہے کہ کسی مزید تصریح کی ضرورت نہیں۔

دوسری آئت جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰے عمر طبعی تک پہنچنے کے بعد بوڑھے ہو کر مرے یہ ہے یکلم الناس فی المھد و کھلا۔ (سورۃ ال عمران آئت ۴۵)

اور مسیح بات کرے گا گہوارہ میں اور عالم ضعیفی میں۔

یہ آئت اس سلسلہ کی ہے جب فرشتہ نے مریم کو بیٹے کی ولادت کی خوشخبری دی تھی۔ اس آئت میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ اس قدر تندرست پیدا ہوں گے کہ گہوارہ میں ہی دوسرے توانا بچوں کی طرح باتیں کرنے لگیں گے اور ضعیفی میں پہنچنے کے بعد بھی ان کا یہی عالم رہے گا۔ اس آئت کے لفظ کھلاً سے صاف طور پر یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ کلام مجید میں مسیح کی عمر طبعی تک پہنچنے کی پیشگوئی موجود ہے۔ پھر جب مسیح کا عمر طبعی تک پہنچنا ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ جب آپ صلیب* دی گئی۔ تو آپ کی عمر ۳۲ سال کچھ دن کی تھی۔ اور اس عمر کے انسان کو کھلا ضعیف نہیں کہہ سکتے۔ اور اس صورت میں متوفیک کے معنے وہی لئے جائیں گے جو ہم نے اوپر کئے ہیں۔

بعض مفسرین نے یکلم الناس فی المھد سے آپ کا یہ معجزہ ثابت کیا ہے کہ آپ گہوارہ ہی میں باتیں کرنے لگے تھے۔ اول تو گہوارہ یعنی عالم طفلی میں بچوں کا باتیں کرنا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ بہت سے تندرست بچے شیر خوارگی کے زمانہ میں ہی بولنے لگتے ہیں۔ اور اگر واقعی اس سے اظہار معجزہ کا ہے تو کھلا بیکار ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ ہم صلیب دیئے جانے کے واقعہ کے مروجہ صورت میں بیان کردیں تاکہ مانعات یکجائی طور پر سامنے آجائیں اور آیات قرآنی کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ صلیب پر چڑھانا یہ معنی رکھتا تھا کہ انسان یقیناً اور فوراً مر جاتا تھا حالانکہ یہ غلط ہے۔ صلیب پر چڑھانے کی یہ صورت یہ ہوا کرتی تھی کہ انسان کو ایک لمبے تختے کے ساتھ ملا کر کھڑا کر دیتے تھے اور اسکے ہاتھوں کو دوسرے تختے پر جو پہلے متقاطع صورت میں جڑا ہوتا تھا پھیلا دیتے تھے اور کس کر باندھ دیتے تھے اسی پاؤں کو تختہ کے ساتھ سے کیل سے جڑ دیتے تھے۔ یا باندھ دیتے تھے تاکہ آدمی نیچے نہ سرک سکے۔ بس اس کا نام صلیب دیا جانا تھا مصلوب انسان کو اسی حال میں بھوکا پیاسا چھوڑ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ دھوپ بھوک اور ہاتھ پاؤں کے زخموں کی تکلیف سے دو چار دن میں ہلاک ہو جاتا تھا۔

جمعہ کے دن دوپہر کو مسیح صلیب پر چڑھائے گئے۔ چونکہ اسی دن شام سے یوم سبت شروع ہونے والا تھا۔ اس لئے یہودیوں کے اعتقاد کے بموجب شام سے پہلے مسیح کو دفن بھی ہو جانا چاہیئے تھا۔ لیکن اس خیال سے کہ اس قدر جلد کوئی شخص صلیب پر نہیں مر سکتا۔ یہ رائے قرار پائی کہ مسیح کی ٹانگیں توڑ دی جائیں۔ تاکہ وہ جلد ہلاک ہو جائیں۔ لیکن جب آپ کو دیکھا تو آپ پر شدت تکلیف سے غش کی سی کیفیت طاری تھی اور سب نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ آپ مر گئے ہیں۔ چنانچہ آپ کے دفن کئے جانے کی اجازت دے دی گئی اور رات ہی کو آپ کے ایک حواری نے لے جا کر دفن کر دیا یا کسی غار میں چھپا دیا اور پھر وہاں سے آپ کو نکال کر لے گیا اس کے تیسرے دن جب آپ کی قبر کو دیکھا گیا تو پتھر سرکا ہوا تھا۔ اور لاش موجود نہ تھی۔ اس واقعہ پر حواریوں نے مشہور کر دیا کہ آپ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ تاکہ یہودی تلاش نہ کریں۔ اور اس کو معجزہ سمجھ کر آپ کی نبوت پر ایمان لے آئیں۔ اس کے بعد نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت عیسٰی اپنے حواریوں کے ساتھ کہاں گئے کب تک زندہ رہے اور کہاں مدفون ہیں۔ انجیل کی روائت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مع حواریوں کے گلیلی چلے گئے تھے۔ احمدی جماعت کا بیان ہے۔ کہ وہ وادی کشمیر میں آئے۔ چنانچہ سری نگر میں ان کا مزار موجود ہے۔ جو نبی صاحب کا مزار کہلاتا ہے۔

(از کتاب من و یزداں حصہ دوم مصنفہ نیاز فتحپوری صفحہ ۷۴ تا ۸۱)

مندرجہ بالا حوالہ میں فاضل مصنف نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات کو ثابت کیا ہے۔ اور جماعت احمدیہ کے ساٹھ سال پیشتر پیش کردہ مسئلہ کی تائید کی ہے۔ اسی طرح اگر دیگر مسائل پر انصاف کی رو سے نظر کی جائے جو جماعت احمدیہ نے پیش کئے ہیں تو ایکے نتیجہ میں احمدیت کی تائید ہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمام بھائیوں کو اسکی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ کی اس آواز پر جو خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ حکم و عدل کے ذریعہ دنیا کو ہدایت کیلئے بلا رہی ہے لبیک کہنے کی توفیق دے۔ آمین۔

حضرت ام المومنینؓ نور اللہ مرقدھا کی ایک عالقیہ صفت

جس کے ضائع ہو جانے کا خطرہ بھی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو پیدا ہو گیا تھا۔ وہ اگر اس روز دس ہزار روپیہ کی تھی تو آپؓ کی وفات کے لئے لاکھوں روپیہ کی جائداد بن گئی اور حضرت ام المومنین علیہا السلام کی عزت بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے طور سے جماعت کے دلوں کے اندر پیدا کی جس کا بیان کرنا بہت سے اوراق چاہتا ہے کہاں وہ دن؟ جبکہ حضرت ام المومنینؓ اور آپکے لخت جگروں کے لئے قادیان میں بھی ہر طرف سے خطرہ ہی خطرہ نظر آتا تھا۔ اور بچوں کو دودھ پلانے یا خدمت کرنے کے لئے باہر سے نیک خادمات کی تلاش کی جاتی تھی۔ اور کہاں وہ دن؟ جبکہ قادیان میں آپ کے معتقدمندوں کی تعداد دس بارہ ہزار کے قریب تھی۔ اور آپ قادیان کے شمال و جنوب یا مشرق و مغرب میں جس طرف جانا چاہیں بلا کسی خوف و خطر یا روک ٹوک کے جا سکتی تھیں! اور جس گھر کے سامنے آپ گزرتی تھیں۔ اس گھر کے ہر خورد و کلاں کی یہ تمنا ہوتی تھی۔ کہ کاش حضرت ام المومنینؓ ہمارے غریب خانہ پر تشریف لا کر ہمیں اپنی کسی خدمت کی سعادت بخشیں۔ یا اپنے کلام سے ہمیں مشرف فرمائیں۔ اور اپنی دعا سے ہمیں برکت بخشیں! اور آپ کی عزت خداداد اور تکریم کریم صرف قادیان کی حدود تک ہی محدود نہ تھی بلکہ قادیان کے علاوہ بھی جس مقام پر آپ تشریف لے جائیں۔ آپ کے لئے قربان ہونے اور آپ کی خدمت میں اپنی سعادت دیکھنے والے آپ کے روحانی بیٹے موجود تھے۔ اور خدا تعالیٰ کی نصرت آپ کے ساتھ تھی۔ اور دنیا کی آپ کے خاوند اقدس اور آپ کے ذریعہ اور آپ کے فرزندان کرام (اطال اللّٰہ بقاءھم فینا) کے ذریعہ ہو رہی تھی۔ اور ہوتی رہیگی۔ وَذَالِكَ فضل اللّٰہ یؤتیہ من یَّشَآءُ!

کہاں وہ ۱۹۰۸ء کا زمانہ؟ جبکہ سوائے قریبی دیہات اور شہروں کی احمدی عورتوں کے بہت ہی کم عورتیں آپ کے پاس دور دراز جگہوں سے آتی تھیں۔ اور کہاں آپ کی عمر کا آخری زمانہ؟ جبکہ آپ کے پاس بغرض زیارت آنے والی احمدی مستورات کی تعداد سینکڑوں یا ہزاروں تک پہنچ جاتی تھی۔ اور آپ کے پاس اسی طرح ہدایا اور تحائف آتے تھے۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں خدائی وعدہ (یأتون من کل فج عمیق ویأتیك من کل فج عمیق) کے مطابق آیا کرتے تھے۔ اور یہ سب عزت اور نصرت اور سب مال اور سب عقیدت اور آپ کی ساری اولاد کی آپ کی زندگی میں ہی برومندی اور کثرت اور عزت اور آپ کی اس دعا کہ "خدایا اب یہ تو ہمیں چھوڑ رہے ہیں۔ لیکن تو ہمیں نہ چھوڑیو" کی قبولیت کا زندہ ثبوت ہے۔ اور آپ کی یہ دعا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی قبولیت اس الٰہی وعدہ کی عملی تصدیق تھی۔ کہ

"اِنِّی مَعَكَ وَمَعَ اَھلِكَ ھٰذِہٖ"

میں تیرے ساتھ اور تیری اس بیوی کے ساتھ ہوں

ولنعم ما قال احمد علیہ السلام ؎

اے کہ گوئی گر دعا ہا را اثر بودے کجا است؟
سوئے من بشتاب بنمائم تراچوں آفتاب!

بے شک حضرت ام المومنین علیہا السلام کی وفات قادیان سے دور لاہور میں ہوئی۔ مگر مشیت الٰہی میں یہی مقدر تھا۔ کہ آپ کو اپنے زوج حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس رنگ میں بھی مشابہت ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی غریب الوطنی ہونے کی حالت میں ہی اپنے تمام عزیزوں کی موجودگی میں رحلت فرمائی۔ اور شہادت فی سبیل اللہ کا درجہ پایا۔ اور حضرت اقدس علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ علیہا السلام نے بھی غریب الوطن ہونے کی حالت میں ہی اپنے تمام اعزہ کی موجودگی میں رحلت فرمائی۔ اور اپنی جان اپنے جان آفرین کی خدمت میں پیش کی۔ اور ماہ شہادت ۱۳۳۱ہش میں شہادت فی سبیل اللہ کا درجہ پایا۔ اور یَا اَحمدُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّۃَ۔ کی مصداق ہوئیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام شان

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ محمدٍ وعلیٰ آلِ محمدٍ وبارك وسلم انك حمیدٌ مجیدٌ۔

ضروری تصحیح

اخبار بدر نمبر ۵ مورخہ ۲/۵۲ ہے میں تقرر عہدیداران سیکرٹری مال و محاسب جماعت احمدیہ کلکتہ غلطی سے درج ہو گیا ہے۔ احباب و متعلقہ جماعت تصحیح فرمالیں۔

ناظر اعلیٰ قادیان

"زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا"

از خورشید احمد متعلم جامعۃ المبشرین قادیان

آج بیس فروری کا دن ہے۔ اس دن جماعت احمدیہ "یوم مُصلح موعود" منا رہی ہے زندہ قومیں اپنے زندہ جاوید بزرگوں کی یاد زندہ رکھنے اور ان کی پاکیزہ زندگی سے نیک نمونہ اخذ کرنے کے لئے ان کے دن منایا کرتی ہیں۔ لیکن ہم اپنے زندہ خدا کی زندگی کا دن منا رہے ہیں۔ جو پہلے پردہ میں مستور تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اس کا جلال اس زمانہ میں چمکا حضرت "مصلح موعودؓ" کے ذریعہ اس زندہ خدا کا زندگی بخش نور اکنافِ عالم میں پھیلا۔ نہ صرف برصغیر ہند و پاکستان کے گوشہ گوشہ میں وہ نور چمکا۔ بلکہ دُور یورپ کے تثلیث کدوں پر۔ اور جاپان کے مصنوعی خدا کی جگہ پر توحید الٰہی کا نور روشن ہؤا۔

بیس فروری ۱۸۸۶ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے مکالمہ و مخاطبہ کے بعد دنیا میں ایک عظیم الشان اولو العزم لڑکے کی پیشگوئی فرمائی۔ کہ خدا فرماتا ہے:-

"بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا اک دن محبوب میرا
کروں گا دور اُس ماہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
"سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔
..... اور (وہ) زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔
(تذکرہ صفحہ ۱۴۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہزاروں سال قبل "مصلح موعود" کی پیشگوئی طالمود کے ذریعہ دنیا میں شائع ہو چکی تھی۔ کہ مسیح آمد ثانی کے بعد وفات پائیں گے۔ اور ان کی بادشاہت ان کے بیٹے اور پوتے کو ملیگی۔
(طالمود بائی جوزف بار کلے باب پنجم صفحہ ۱۳۷ مطبوعہ لنڈن ۱۸۷۸ء)

اس پیشگوئی کے مصداق سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے۔ اسی سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت یعنی شروع کی۔ اور اپنے سلسلہ کا نام سلسلہ احمدیہ رکھا پیشگوئی کے مصداق صاحبِ شکوہ و عظمت و دولت خدا تعالیٰ کے سایہ کے نیچے جلد جلد بڑھتا گیا۔ پچیس سال کی عمر میں خدا تعالیٰ نے آپ کو منصب خلافت پر فائز فرمایا۔ کیونکہ پیشگوئی کے مطابق زمین کے کناروں تک شہرت پانے کے لئے اس موعود کا خلیفہ ہونا ضروری تھا۔ پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۸ر جنوری ۱۹۴۴ء کو الٰہی علم سے اپنے آپ کو پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق قرار دیا۔

کسی شخص کا دنیا میں شہرت پانا اور ترقی کی منازل طے کرنا اس زمانہ کے حالات اور اس کی ذاتی قابلیت پر منحصر ہوتا ہے۔ "مصلح موعود" جب تختِ خلافت پر بیٹھے۔ اس وقت کے حالات جماعت احمدیہ سے مخفی نہیں مصلح کے نام میں اصلاح کرنے کے معنے پائے جاتے ہیں۔ اس لئے مصلح موعود کا بڑا کام اصلاح کرنا تھا۔

اصلاح دو طریق پر ہوتی ہے۔ دینی اور دنیاوی۔ دینی اصلاح کی ضرورت۔ عقائد حقہ اور اعمال صالحہ کے بگڑ جانے کے باعث پڑتی ہے۔ دنیاوی اصلاح اخلاق بگڑنے اور سرکشی کے مدنظر کی جاتی ہے۔ یہی کام حضرت مصلح موعود کا ہے ۱۹۱۴ء میں آپ خلیفہ منتخب ہوتے ہی جماعت احمدیہ کا ایک بڑا حصہ الگ ہو کر لاہور کے مرکز سے وابستہ ہوگیا۔ انہوں نے احمدیت کے عقائد کو آہستہ آہستہ ترک کردیا۔ انہوں نے خلافت کی ضرورت سے انکار کردیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت سے انکار کیا۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بے پدر ہونے سے انکار کیا۔ اور ادھر یہ دعویٰ کیا کہ جماعت کا ۹۵ فیصدی حصہ ہمارے ساتھ ہے اور پانچ فیصدی میاں محمود کے ساتھ۔ اکثریت ہمارے ساتھ ہے۔ لہٰذا حق پر ہم ہیں۔ ادھر قادیان میں جماعت کے نقد میں سوائے اٹھارہ آنے کے کچھ نہیں تھا لیکن قرض ہزاروں روپیہ کا تھا۔ ان حالات میں دنیا میں کامیاب و کامران ہو کر کناروں تک شہرت پانا تو بڑی بات تھی۔ ایسے نازک حالات میں جماعت کا زندہ رہنا بھی مشکل امر تھا۔ لیکن اس کلمۃ اللہ کو خدا کی غیوری نے کلمۂ تمجید سے بھیجا تھا۔ یہ خدا کا نور تھا۔ اس کے ساتھ فضل تھا۔ جلد جلد بڑھا۔ اور جماعت کی اکثریت جس پر مولوی محمد علی صاحب کو ناز تھا۔ سیدنا محمود کی بیعت میں داخل ہوگئی۔ لاہور کی ۹۵ فیصدی اکثریت اقلیت میں۔ اور قادیان کی پانچ فیصدی اقلیت ۹۵ فیصدی اکثریت میں تبدیل ہو گئی۔ اور اس طرح مصلح موعود، جماعت احمدیہ کے قلوب کے کناروں تک شہرت پا گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرت مصلح موعود کا شہرت پانا دو طریق سے ہے۔ دراصل آپ کی شہرت احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی اشاعت ہے۔ اور یہ شہرت مبلغین کے غیر ممالک میں جانے، نیز حضور ایدہ اللہ کے بہ نفسِ نفیس غیر ممالک میں تشریف لے جانے سے۔ اور پھر اخبارات۔ رسائل۔ کتب نیز ٹریکٹوں کے ذریعہ سے ہو رہی ہے۔ آج برصغیر ہند و پاکستان کا کوئی خطہ ایسا نہیں۔ جہاں مصلح موعود کا نام عزت کے ساتھ نہ لیا جاتا ہو۔ ہر خطہ میں مصلح موعود کی غلامی کا دم بھرنے والے موجود ہیں۔ ہمالیہ کی برفانی چوٹیوں سے لے کر راس کماری کے کنارہ تک۔ آسام سے لے کر کرانچی و رنگ۔ دونوں ملکوں کے کناروں تک آپ کی شہرت پھیل چکی ہے۔ اس شہرت کو نمایاں کرنے کے لئے سنتِ الٰہیہ قدیمہ متواترہ کے مطابق مخالف گروہوں میں جنبش پیدا ہوئی ۱۹۳۴ء میں جبکہ احرار نے قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کا اعلان ڈنکے کی چوٹ کیا۔ اس وقت حضرت مصلح موعود نے تحریک جدید جاری فرمائی جس کے ذریعہ دنیا کے کناروں تک آپ کا نام پھیلا۔ اُن ممالک میں جہاں خدائے قدوس کو اس کے جاہ و جلال کے تخت سے اُتار دیا گیا تھا۔ وہاں خدائے واحد کے دیوانے پیدا کر دیئے۔ ۱۹۱۴ء میں جبکہ آپ تختِ خلافت پر متمکن ہوئے تھے۔ اسی سال لنڈن میں مبلغ بھیجے۔ اور ۱۹۲۴ء میں آپ خود لنڈن تشریف لے گئے۔ اور وہاں تثلیث کدہ میں توحید کدہ کی بنیاد رکھی۔ اس کے علاوہ آپ پیرس، روما، وینس وغیرہ شہروں میں تشریف لے گئے۔ اس سے قبل حج کرنے کے لئے مکہ معظمہ بھی تشریف لے جا چکے تھے۔ اس طرح مختلف ممالک میں فریضۂ تبلیغ کو سرانجام دیا۔

آپ کی خلافت سے پہلے صرف لنڈن مشن بیرونی دنیا میں قائم تھا۔ آج دنیا کے ممالک میں سینکڑوں احمدیہ جماعتیں قائم ہیں۔ بیسیوں کی تعداد میں آپ نے مبلغ باہر بھجوائے۔ جہاں جہاں احمدیت پھیلتی ہے مصلح موعود کا نام عزت کے ساتھ پھیلتا ہے۔ اور انشاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ اور بڑھتا چلا جائے گا۔

دنیا کے نقشہ پر سرسری نگاہ ڈالیں ہندوستان کے ملک کی طرح ایران۔ افغانستان۔ بلوچستان روس، مشرقی ترکستان میں بھی مصلح موعود نے مبلغ بھیجے۔ افریقہ کے تپتے ہوئے ریگستانوں میں آپ کے ہاتھ سے تربیت یافتہ نوجوان تبلیغ اسلام کے لئے گئے۔ نائیجیریا۔ یوگنڈا۔ ٹانگانیکا۔ اور مصر اور مغربی افریقہ کے دیگر علاقے سیرالیون۔ کینیا اور مشرقی افریقہ کے دیگر حصوں نیز فلسطین عراق عرب میں بھی آپ نے مبلغ بھیجے۔ ان ممالک میں جماعتیں قائم ہیں۔ گھر گھر مصلح موعود کی چرچا ہے پھر یورپ کے ممالک میں یعنی اٹلی۔ زیکوسلواکیہ پولینڈ۔ البانیہ ہنگری۔ یوگوسلاویہ۔ واشنگٹن فسنگاگو۔ شمالی اور جنوبی امریکہ کے دیگر حصص نیز انگلینڈ۔ سکاٹ لینڈ۔ سپین میں بھی آپ کے ذریعہ ہی احمدیت پہنچی۔ اور ان جگہوں پر کامیاب مشن قائم ہو چکے ہیں۔ گویا مغرب کے انتہائی کناروں تک آپ کی شہرت پہنچ چکی ہے۔ دوسری طرف ہندوستان کے مشرق میں نگاہ دوڑائیں سیلون۔ ماریشئس۔ برما۔ آسام۔ سنگاپور۔ ملایا۔ جاوا۔ سماٹرا۔ بورنیو۔ ہانگ کانگ۔ چین۔ جاپان۔ انڈونیشیا۔ میں احمدیت کی اشاعت مصلح موعود کے ذریعہ ہو رہی ہے۔ غرضیکہ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں۔ جہاں جماعت احمدیہ کے افراد نہ پائے جاتے ہوں۔ ان ممالک میں بعض جماعتوں کی نفری ہزاروں سے اوپر ہے۔ ان ممالک کی جماعتیں۔ اخبارات و رسائل اور ٹریکٹ شائع کرتی ہیں۔ مساجد۔ سکول کالج۔ اور دینی درسگاہیں قائم ہیں۔ مغرب میں امریکہ اور مشرق میں انڈونیشیا اور جاپان ہی دنیا کے کنارے سمجھے جاتے ہیں۔ ان ممالک میں احمدیت کی تبلیغ کامیابی سے ہو رہی ہے۔ اس لحاظ سے مصلح موعود کا نام بڑی شان و شوکت سے زمین کے کناروں تک پہنچ چکا ہے۔ اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ دنیا کی بادشاہتوں پر سورج غروب ہو جاتا ہے۔ مگر "مصلح موعود" کی حکومت پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔ اور بفضل تعالیٰ قیامت تک نہیں ہوگا۔

ملک سپین جہاں مسلمانوں نے سات سو برس تک حکومت کی تھی۔ جہاں کی رعایا بلحاظ اکثریت مسلمان تھی۔ لیکن

تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔

"سب دن ہوت نہ ایک سمان"

مسلمانوں کی غفلت سے پھر سے وہاں عیسائی حکومت قائم ہوگئی۔ تب سے وہاں احمدیت کے داخل ہونے تک کوئی مسلمان نظر نہیں آتا تھا۔ اب وہاں مشن قائم ہے۔ اور کئی روحیں احمدیت کے نور سے منور ہو چکی ہیں۔ اور اس جنگ عظیم میں جاپانی حکومت کے دائرہ کے اندر مولوی عبد السمیع صاحب۔ محمد یحییٰ صاحب اور کچھ اور مقامی احمدی بنڈنگ کے قید خانہ میں ۸۲ دن تک قید رکھے گئے۔ عرصہ قید و بند میں احمدیت کے متعلق چھوٹی چھوٹی باتوں کی بھی تصدیق و تفتیش کی گئی۔ آخر کار جاسوسی

(باقی صفحہ ۱۲ کالم نمبر ۳ و ۴ پر ملاحظہ ہو)

ضروری اعلان برائے انتخاب عہدیداران برائے ۱۹۵۶-۱۹۵۳ء

جماعتہائے احمدیہ ہندوستان و کشمیر کے جملہ عہدہ داروں کی میعاد ۳۰ر اپریل ۱۹۵۳ء کو ختم ہو رہی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آئندہ تین سالوں یعنی ۳۰ر اپریل ۱۹۵۶ء تک کے لئے نئے عہدہ داروں کا انتخاب جلد از جلد عمل میں آجائے۔

لہٰذا اُن موجودہ امراء و پریذیڈنٹ صاحبان نیز مبلغین حضرات کو چاہیئے کہ جن کی طرف سے انتخابی رپورٹیں ابھی تک دفتر ہذا میں نہیں بھجوائی گئیں ہیں۔ وہ فوری طور پر اپنی اپنی جماعتوں کے عہدہ داروں کا نیا انتخاب کروا کر مرکز میں رپورٹ کریں۔

نوٹ:۔ قواعد دربارہ انتخاب اخبار بدر ۳؎ مورخہ ۲۱/۱/۵۳ میں ملاحظہ کریں۔

ناظر اعلیٰ قادیان

انسپکٹر بیت المال برائے جماعتہا احمدیہ کشمیر

جملہ جماعت ہائے احمدیہ کشمیر کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ مکرم راجہ محمد ایوب صاحب پنشنر قانونگو کو عارضی طور پر آنریری انسپکٹر بیت المال برائے جماعت ہائے احمدیہ کشمیر مقرر کیا گیا ہے۔ انہوں نے اپنا دورہ شروع کر دیا ہے۔ جملہ عہدیداران جماعت کو چاہیئے کہ اُن کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں۔

(ناظر بیت المال قادیان)

ٹرینڈ اُستاد اور اُستانیوں کی ضرورت ہے

۱۔ نظارت ہذا کو مدرسہ تعلیم الاسلام کے لئے ٹرینڈ اساتذہ کی ضرورت ہے خواہشمند دوست اپنی درخواستیں مع نقول سرٹیفکیٹس و سفارش امیر یا پریذیڈنٹ مقامی نظارت ہذا میں بھجوا دیں۔

۲۔ نظارت ہذا کو مدرسۃ البنات کے لئے ایک اُستانی کی ضرورت ہے مرکز میں رہنے کی خواہشمند بہنیں اپنی درخواست مع سفارش امیر یا پریذیڈنٹ مقامی نظارت ہذا میں بھجوا دیں۔

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا بقیہ صفحہ ۵

پولیس کے افسر اعلیٰ نے کہا "تمہاری جماعت کا انتظام بنانے والا دنیا کے بہترین دماغ کا مالک ہے۔ مگر شاید تم لوگوں کو معلوم نہ ہو۔ کہ اس کے پیچھے انگریزوں کا ہاتھ ہے۔"

(الفضل　　　) اور وہ اس کے سوا کہہ بھی کیا سکتا تھا۔ کیونکہ اُسے کیا پتہ تھا کہ ہیرو ہیٹو جاپان کے مصنوعی خدا کی طرح تمام ممالک کے بادشاہ ہی خدا تعالیٰ نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ علیم و خبیر ایک بالا ہستی اور ہے۔ جس کے قبضہ و قدرت میں کل کائنات عالم ہے۔

جہاں مبلغین اور جماعتیں اس پیشگوئی کا زندہ ثبوت ہیں۔ وہاں غیر ممالک کے وہ طلباء بھی ہیں۔ جو قادیان اور ربوہ میں اپنے ممالک سے آکر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اور اب بھی ربوہ میں کر رہے ہیں۔ پھر سلسلہ کے اخبارات و رسالہ جات۔ ہر روز اس　پیشگوئی کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے میں مصروف ہیں۔ خود حضرت مصلح موعود نے بادشاہوں کو کتابوں کی صورت میں لکھ کر تبلیغ کی ہے۔ نظام حیدر آباد دکن۔ نواب صاحب بھوپال۔ امیر افغانستان۔ شہنشاہ ایڈورڈ ہشتم کو تبلیغی تحفے پیش کئے۔ حضور نے "کمیونزم اور اسلام" پر لیکچر دیئے۔ جن کو یورپ کی اخبارات نے ملک کے ہر حصہ میں پہنچایا۔ غرضیکہ زمین کے کناروں تک شہرت پانے کی پیشگوئی ہر آن پہلے سے زیادہ شان و شوکت کے ساتھ پوری ہوئی ہے۔ اور ہمیشہ ہوتی رہے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایک وقت تھا۔ جبکہ امریکہ سے مسٹر ڈوئی نے اپنے ماننے والوں کو کہا تھا۔ کہ "کیا تم خیال کرتے ہو۔ کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا۔ میں اگر ان پر اپنا پاؤں رکھوں۔ تو ان کو کچل کر رکھ دوں"۔

پھر ایک وقت ایسا بھی آیا جبکہ احرار نے قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کا اعلان کیا مگر اللہ تعالیٰ نے جو ہمیشہ سے راستبازوں کی مدد کرتا چلا آیا ہے مصلح موعود کی قیادت میں جماعت کو ترقی ہی ترقی دیتا گیا۔ اب سنا جاتا ہے کہ جس طرح حکومتیں ملک کی بہتری و بہبودی کے لئے بجٹ بناتی ہیں۔ جماعت احرار نے بھی ایک کروڑ روپیہ چندہ کی اپیل مسلمانانِ پاکستان سے کی ہے۔ تاکہ وہ احمدیت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا بجٹ بنا کر اپنے پروگرام کو عملی صورت میں پورا کر سکیں۔ جماعت احمدیہ تو اشاعت اسلام کے لئے پروگرام بناتی ہے۔ مگر احرار حضرت "مصلح موعود" کو ناکام بنانے کے لئے بقول لیڈران احرار ایک کروڑ روپیہ اور سارا عالم اسلام ایک طرف ہے۔ وہ کس شان و شوکت کا انسان ہوگا۔ یہ امر واقع ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے بندوں کا مقابلہ کرنے والے ہمیشہ سے ہی حسرت کا منہ دیکھتے آئے ہیں۔ اگر آسمانی نور کی طرح زمینی لوگ بھی نور کا مقابلہ کر کے کامیاب ہو جائیں تو حق و باطل میں مابہ الامتیاز مٹ جاتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے احرار کے ذریعہ بھی احمدیت کو زمین کے کناروں تک پھیلانا چاہتا ہے۔ اور انشاء اللہ وہ اسے بڑھاتا ہی چلا جائے گا۔

تاہم جماعت احمدیہ کا اولین فرض ہے کہ وہ خدائی وعدہ کو جو احمدیت کی کامل فتح کا ہے نزدیک تر لانے کے لئے پوری کوشش کریں۔ پیشگوئیوں کا انسانی ہاتھوں سے پورا ہونا احمدیوں کو سمجھانے کی ضرورت نہیں احمدیت کا پیغام دنیا کے کناروں تک آخر احمدیوں کے ذریعہ ہی تو پہنچا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں مصلح موعود جیسا اولوالعزم خلیفہ عطا فرمایا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اس وقت کو غنیمت جانیں۔ اور اس ناپائیدار دنیا میں کچھ کام کر جائیں۔ اور اس طرح ابدی خوشی و راحت کے وارث بن سکیں۔

اعلانِ نکاح

عزیزہ حلیمہ بیگم بنت مرزا عبد اللطیف صاحب درویش مینیجر بدر قادیان کا نکاح بعوض دو ہزار روپیہ مہر مرزا الطاف الرحمٰن صاحب ابن مرزا انوار احمد صاحب مرحوم ساکن ربوہ سے مکرم مولوی نذیر احمد صاحب لائلپوری نے مورخہ ۹/۲/۵۳ کو مسجد مبارک ربوہ میں پڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس رشتہ کو جانبین کیلئے موجب برکت اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے آمین۔